مشمولات

پیغام

فکرِ اُمت اور ہماری غفلت

از: مولانا محمد شاکر نوری (امیر سنی دعوت اسلامی)

اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰہَ لَایُغَیِّرُ مَابِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَابِاَنْفُسِھِمْ (سورہ الرعد آیت ۱۱) بے شک اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ لوگ اپنے آپ میں تبدیلی پیدا نہ کریں۔

قوت فکر و عمل پہلے فنا ہوتی ہے
تب کسی قوم کی شوکت پہ زوال آتا ہے

آج کا دور فکری و عملی یلغار کا دور ہے، ہر چہار جانب سے امت مسلمہ کی فکر و عمل کو فرنگی تصورات و تخیلات سے گدلا کرنے کی ناپاک کوشش کی جارہی ہے اور نت آلات کی چکا چوند نے نسل نو کو اپنا گرویدہ بنالیا ہے، وہ بڑی تیزی کے ساتھ فیشن اور ترقی کے نام پر مغربی ثقافت کی طرف کھچی جارہی ہے، اسے اس سے کوئی غرض نہیں کہ آیا اس کا انجام کیا ہوگا؟ اسلامی فکر، اور مذہبی اعمال کا جیسے نوجوانوں میں فقدان نظر آتا ہے بلکہ اب تو افکار میں اتنی تبدیلی آ گئی ہے کہ ہمارا نوجوان نفس کی پسند کو فوقیت دے رہا ہے، مفاد پرستی اور ذاتی منفعت نے مسلمانوں کو صرف قوم کے مسائل سے ہی نہیں بلکہ اپنے حالات و مقامات کے ادراک سے بے خبر کر دیا ہے، جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ نفع و ضرر کی تمیز ختم ہوگئی ہے، ہمیں حرام چیزوں میں منفعت اور خلاف شرع کاموں میں ترقی نظر آتی ہے۔

آج ملک کے مختلف صوبوں کے دیہاتوں کا دورہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ کلمہ پڑھنے والے بہت سے مسلمان غیر مسلموں کے رسم و رواج کے پابند ہیں بلکہ حد تو یہ ہے کہ بعض علاقوں میں بتوں کو اپنے گھر میں جگہ دے رکھے ہیں، کچھ علاقوں میں مسلم بچیاں غیر مسلموں سے شادیاں رچارہی ہیں، نہ جانے کیسی کیسی بدعات و خرافات کا ہمارا مسلم معاشرہ شکار ہو چکا ہے وہ اس چیز سے بالکل بے خبر ہیں کہ شرک کیا ہے، اسلام کیا ہے، اسلام کی بنیادی تعلیمات کیا کیا ہیں؟ کیا ان تک صحیح معنوں میں اسلام کے صحیح عقائد و اعمال کا پہنچانا ہماری سب سے اہم ذمے داری نہیں ہے، جس سمت دیکھو تاریکی کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا، ہر سمت ایک گھٹا ٹوپ اندھیرا ہے۔ یقین مانو! آج امت مسلمہ کے ہر فرد کو بیدار ہو جانے کی اشد ضرورت ہے اور جہنم کے دہکتے ہوئے شعلوں سے مسلمانوں کو بچانے کا انتظام کرنا ہے اور یہ بغیر غور و فکر کے ممکن نہیں، ہم رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت کی دعا اور آپ کے احسانات کا تذکرہ لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں لیکن اس فکر امت کے درد کو سنت سمجھ کر اپنانے کی کوشش نہیں کرتے۔ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کو جہنم سے بچانے اور جنت کا مستحق بنانے کے لیے ہر تکلیف کو گوارا فرمایا، اُمت کی خاطر نہ جانے کتنے مصائب و آلام برداشت کیے، خود فرماتے ہیں: مجھے راہ خدا میں جتنا ستایا گیا کسی نبی کو اتنا نہیں ستایا گیا، فکرِ اُمت کا عالم یہ تھا کہ شب میں آنسوؤں کے دریا بہا کر رب سے امت کی نجات کی دعا فرماتے رہے، جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ عرض کرتے ہیں۔

اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہوگا
رو رو کے مصطفیٰ نے دریا بہادیے ہیں

خدارا! بیدار ہو جاؤ، بہت سو چکے ہم اور آپ، غفلت کی دبیز چادر اتار پھینکو اور امت کی اصلاح میں لگ جاؤ، ہر غلام رسول اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے افکار و تعلیمات کو زندہ کرے اور اُمت مسلمہ کو زوال کی تاریک وادی سے نکال کر عروج کی شاہراہ پر گامزن کرنے کی فکر پیدا کرے، اس فکر کو عوام تک پہنچانے کی ضرورت ہے۔ یہی فکر زندگی کی علامت ہے اور بے فکری موت کی علامت ہے۔ اللہ مجھے اور آپ سب کو فکر امت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عطا کرے۔

اداریہ

حافظ ملت: خدمات، اثرات اور علمی فتوحات

از: محمد توفیق احسن برکاتی مصباحی

یقین محکم اور عمل پیہم کے ساتھ جب کوئی بندۂ خدا مذہب وملت کی خدمت کا جذبۂ بیکراں لے کر مستقبل کے لیے منصوبہ سازی کرتا ہے اور اپنے بنائے ہوئے خاکوں میں رنگ بھرتا ہے تو اس کی یہ رنگ آمیزی رائیگاں نہیں جاتی، اس کا جذبۂ اخلاص اس کی قوت ارادی کو مہمیز دیتا ہے اور وہ اپنے منصوبوں کی تکمیل میں کامیاب ہوجاتا ہے۔ کسے پتہ تھا کہ چودہویں صدی ہجری کی دوسری دہائی میں ہندوستان کی ایک گم نام بستی میں جنم لینے والا بچہ محض چالیس برس کی عمر میں ایک تاریخی انقلاب برپا کردے گا اور برصغیر ہندو پاک کی دینی وعلمی فضا اس کے نام کی نغمہ سنجی سے زعفران زار ہوتی رہے گی۔ نام ہے عبدالعزیز، لقب ہے جلالۃ العلم، حافظ ملت، محدث مرادآبادی اور کنیت ابوالفیض ہے۔ حضور حافظ ملت جلالۃ العلم علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ کی ولادت بروز دوشنبہ مبارکہ ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۴ء کو ضلع مرآدباد اتر پردیش کے موضع بھوج پور میں ہوئی، ابتدائی تعلیم گاؤں کے اسکول میں حاصل کی۔ والد ماجد حافظ غلام نور کی نگرانی میں حفظ قرآن کی تکمیل کی، فارسی اور عربی کی ابتدائی کتب جناب عبدالمجید بھوج پوری سے پڑھنے کے بعد جامعہ نعیمیہ مرآدباد میں داخلہ لیا، وہاں متوسطات پڑھیں، تین سال وہاں رہے پھر اعلیٰ تعلیم ومنتہی کتابوں کی تحصیل کے لیے چند رفقا کے ساتھ حضور صدرالشریعہ علامہ شاہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (مصنف بہار شریعت) کے حلقۂ درس میں شامل ہوگئے جن میں مولانا غلام جیلانی میرٹھی، قاضی شمس الدین جون پوری، مولانا قاری اسد الحق اور حافظ ضمیر حسن صاحبان کا نام آتا ہے، شوال ۱۳۴۲ھ میں مدرسہ معینیہ اجمیر شریف میں داخلہ لیا اور یہاں رہ کر حضور صدرالشریعہ اور دیگر اساتذہ ذوی الاحترام کی بارگاہ فیض میں اکتساب علم کرتے رہے، حدیث شریف کی تکمیل حضور صدرالشریعہ کی بارگاہ میں کی، ۱۳۵۱ھ میں منظر اسلام بریلی سے سند فراغت حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں مولوی عبدالمجید بھوج پوری، مولوی حکیم مبارک اللہ صاحب، حافظ حکیم نور بخش صاحب، حکیم محمد شریف کے ساتھ مولانا عبدالعزیز خاں فتح پوری، حضرت مولانا اجمل شاہ سنبھلی، مولانا محمد یونس سنبھلی، مولانا وصی احمد سہ سرامی، صدرالشریعہ علامہ امجد علی اعظمی، مفتی امتیاز احمد، مولانا عبدالحیٔ افغانی، مولانا سید امیر پنجابی، مولانا حافظ سید حامد حسین صاحب علیہم الرحمہ کے اسما قابل ذکر ہیں۔ یہ وہ قابل احترام علمی سرچشمے ہیں جن کی نگاہ التفات نے حضور حافظ ملت کو ملت کی نگہبانی کا سلیقہ بخشا، علمی فیضان سے مالا مال کیا، فکروشعور کو بالیدگی عطا کی، قوت ارادی کو صحیح سمت میں استعمال کرنے کا حوصلہ دیا۔ بالخصوص حضور صدرالشریعہ کی نگاہ کرم اور خصوصی عنایت نے آپ کو علوم وفنون کا بحر ذخار بنادیا، آپ نے بارہا اس حقیقت کا اعتراف بھی کیا ہے، ایک بار فرمایا: ''میں نے حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ سے سب کچھ سیکھا، یہاں تک کہ کھانا، پینا اور چلنا بھی میں نے حضرت سے سیکھا''۔

مزید ارشاد فرمایا: ''میں بہت گرم چائے اس لیے پیتا ہوں کہ حضرت صدرالشریعہ رحمۃ اللہ علیہ بھی بہت گرم چائے پیتے تھے۔'' شوال ۱۳۵۲ھ میں صدرالشریعہ کے حکم پر مبارک پور اعظم گڑھ اتر پردیش میں خدمت دین کا مقصد لے کر پہنچے اور اپنے استاد محترم کے اعتماد ووقار کو ذرہ بھر ٹھیس نہ پہنچائی، پوری دل جمعی کے ساتھ میدان عمل کے اس دشوار ترین سفر کو جاری رکھا اور بے طرح کامیابی حاصل کی، اس چھوٹے سے مدرسے کو جہاں معیار تعلیم فارسی، نحو میر، پنج گنج تک تھا تھوڑے ہی عرصے میں دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم میں تبدیل کردیا، جس کا سنگ بنیاد ۱۳۵۳ھ میں حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی میاں اور حضور صدرالشریعہ علیہما الرحمہ کے مقدس ہاتھوں رکھا گیا، جس میں حضور محدث اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی نے بھی شرکت فرمائی تھی۔ لیکن جب دارالعلوم کی یہ عمارت اپنی تنگ دامنی پر شکوہ کناں ہوئی تو قصبہ مبارک پور سے باہر ایک وسیع خطہ زمین ایک شہرستان علم بسانے کے لیے حاصل کی اور مئی ۱۹۷۲ء/ربیع الاول ۱۳۹۲ھ میں ''الجامعۃ الاشرفیہ'' کا جشنِ تاسیس منایا گیا۔ جو اشرفیہ کی تاریخ میں تاریخ ساز تعلیمی کانفرنس کے نام سے مشہور ہوا اور آج بھی اس کانفرنس کو بطور مثال پیش کیا جاتا ہے، جہاں سے تحریک اشرفیہ کو ایک نئی جہت ملتی ہے۔

۶/مئی ۱۹۷۲ء کو منعقد کی جانے والی اس تاریخی کانفرنس میں بے شمار مشائخ واساتذہ وعلما کے علاوہ شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم علامہ شاہ مصطفیٰ رضا نوری، سید العلما سید آل مصطفیٰ قادری برکاتی مارہروی، مجاہد ملت علامہ شاہ حبیب الرحمٰن قادری اڑیسوی، شمس العلما قاضی شمس الدین جون پوری، خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی، مفتی مالوہ مولانا محمد رضوان الرحمٰن فاروقی، سلطان الواعظین علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی اور رئیس القلم علامہ ارشدالقادری قدس سرہم جیسی عبقری شخصیات نے شرکت فرمائی اور الجامعۃ الاشرفیہ کا سنگ بنیاد رکھا۔ اس موقع پر اپنے خطاب میں حضور سید العلما نے فرمایا تھا:

''اشرفیہ اور حافظ ملت کے ساتھ آلِ رسول ہے اور جس کے ساتھ آلِ رسول ہے اس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں ضرورت پیش آئی تو

آل رسول اپنے مریدین ومخلصین کو ساتھ لے کر اس کے لیے ہر طرح کی قربانی پیش کرے گا۔''

اور شہزادۂ امام احمد رضا کی یہ دعا آج بھی اشرفیہ کی بنیادوں کو روحانی توانائی دے رہی ہے:

''دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور کو ایک عظیم سنی یونیورسٹی میں تبدیل کرنے کی نیک کوشش کا میں خیر مقدم کرتا ہوں اور حافظ ملت حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب کے حق میں دعا کرتا ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ انہیں اپنے عظیم مقاصد میں کامیاب فرمائے اور حضرات اہل سنت کو توفیق بخشے کہ وہ اشرفیہ عربی یونیورسٹی کی تعمیر میں حصہ لے کر دین کی ایک اہم اور بنیادی ضرورت پوری فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں''۔

خانقاہ برکاتیہ کے نامور قلم کار پروفیسر سید جمال الدین اسلم مارہروی رقم طراز ہیں:

بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت کا آستانۂ علم وافتا شیخ کامل حضور مفتی اعظم کی قیادت میں ایک خانقاہ کی صورت میں منتقل ہوگیا، غالبًا شیخ کامل نے اپنی حیات میں دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور کی سرپرستی فرما کر، اس کے احیا میں بھرپور تعاون عطا فرما کر، اسے حیات نو دے کر یہ طے فرما دیا تھا کہ یہ دارالعلوم اہل سنت کا علمی مرکز بنے گا اور بریلی شریف میں آستانہ رضویہ اہل سنت کی ایک مرکزی خانقاہ کی صورت میں مقبول عام ہوگی، مرشدان سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی روحانی عظمتوں کے طفیل اللہ رب العزت ان دونوں علمی اور روحانی آستانوں کو ہمیشہ قائم رکھے، آمین۔ (پیغام رضا، مفتی اعظم نمبر، ص: ۳۳۵، ۳۳۶)

جب یہ سلسلہ اور توانا ہوا تو نومبر ۱۹۷۳ء میں دوسری تعلیمی کانفرنس نے اشرفیہ کو شہرت و ناموری کے اوج ثریا پر پہونچا دیا، یہ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کا خلوص اور بین العلماء والمشائخ ان کی مقبولیت ہی تو تھی کہ خانقاہ برکاتیہ، خانقاہ اشرفیہ اور خانقاہ رضویہ کے سجادہ نشینان ان کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے جذبۂ دروں کے ساتھ اشرفیہ کو اپنے فیضان سے مالا مال کر رہے تھے حضور صدرالشریعہ کی دعائیں قدم قدم پر ان کی معاونت کر رہی تھیں۔

اس سلسلے میں حضور حافظ ملت کے رفقا وتلامذہ کی خدمات کو بھلایا نہیں جاسکتا۔ مثلاً حضرت علامہ حافظ عبدالرؤف بلیاوی، بحرالعلوم مفتی عبدالمنان اعظمی، مولانا محمد شفیع اعظمی، قاری مولانا یحییٰ مبارک پوری، علامہ ارشدالقادری وغیرہم اور اہل مبارک پور کی قربانیاں آج بھی تاریخ اشرفیہ اور تحریک اشرفیہ کے لیے اپنے وجود کا مسلم احساس کرا رہی ہیں جسے کسی طور فراموش نہیں کیا جاسکتا، ایسا نہیں ہے کہ ایک مکتب مدرسے میں اور ایک مدرسہ دارالعلوم میں اور دارالعلوم الجامعۃ الاشرفیہ میں یوں ہی تبدیل ہوگیا اور ہر عہد میں حالات سازگار ہی رہے ہوں، قدم بہ قدم در پیش ہونے والے خطرات اور رکاوٹ پیدا کرنے والی وجوہات کو اگر قلم بند کیا جائے تو یہ مضمون طویل ہوجائے گا اس لیے سر دست اسے قلم زد کرتے ہوئے اتنا ضرور عرض کریں گے کہ ہزار ہا طوفان آئے، ان گنت مشکل گھڑیاں پیش ہوئیں، خطرات کی آندھیاں چلیں لیکن حضور حافظ ملت، آپ کے رفقا، تلامذہ، معاونین کے پائے ثبات میں ذرہ بھر لغزش پیدا نہ ہوئی، بالآخر آپ نے اپنے ذہن میں جس یونیورسٹی کا خاکہ مرتب کیا تھا اور جو خواب پورے ہوش وحواس کی حالات میں دیکھا تھا اسے زمین پر اتار دیا اور وہ خواب شرمندۂ تعبیر ہوگیا۔ ذرا وہ خواب بھی ملاحظہ کرلیں، کیا آفاقی ذہن تھا، کیسی دور بینی و دور اندیشی تھی، واہ! سبحان اللہ!

''میں نے دارالعلوم اشرفیہ کو ترقی کی منزل پر پہنچانے کے لیے ''الجامعۃ الاشرفیہ'' قائم کیا، اشتہار میں احباب نے بلا میری رائے کے اس کا ترجمہ بریکٹ میں عربی یونیورسٹی کردیا، نہ میں نے عربی یونیورسٹی قائم کی، نہ کرسکتا ہوں، الجامعۃ الاشرفیہ سے میرا مقصد درس نظامی کے منتہی طلبہ کو ہندی، انگریزی، عربی زبان کا صاحب قلم وصاحب لسان بنانا ہے تاکہ وہ ہندو بیرون ہند مذہب حق اہل سنت کی اشاعت کرسکیں، خیال تو بہت زمانہ سے تھا لیکن ہر کام کا وقت ہے، وقت آیا، ہوا، ہو رہا ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ ہوگا''۔ (ملفوظات حافظ ملت ص: ۱۲۹)

ان جملوں کے بین السطور سے آپ کا جذبہ دروں صاف دکھائی دے رہا ہے اور آپ کے تعلیمی نظریات پر بھی کماحقہ روشنی پڑ رہی ہے الجامعۃ الاشرفیہ کے جشن تاسیس کے زریں موقع پر دارالعلوم اشرفیہ میں ابنائے قدیم کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے انتہائی موثر اور رقت انگیز لہجہ میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ: ''میں نے آج تک کوئی کاغذی اخبار واشتہار تو نہیں شائع کیا (حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی، بحرالعلوم مفتی عبدالمنان اعظمی، علامہ ارشد القادری، علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری، مولانا قمرالزماں اعظمی اور دیگر موجود ممتاز شاگرد علما کی جانب اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا) یہ ہیں اشرفیہ کے وہ زندہ جاوید اخبارات واشتہارات جنہیں ہم نے بڑے اہتمام کے ساتھ خون جگر کی سرخیوں سے شائع کیا ہے۔'' (ملفوظات حافظ ملت، ص: ۱۳۳، ۱۳۴)

حضور حافظ ملت قدس سرہ العزیز نے تحریک اشرفیہ کا جس مشن کے تحت آغاز فرمایا تھا اللہ رب العزت کے فضل وکرم اور مشائخ کے فیضان خصوصی سے وہ پایۂ تکمیل کو پہنچا اور آپ اپنے مقصد دینی میں کامیاب ہوئے، اس سلسلے میں اہل مبارک پور سے آپ کا وہ خطاب بڑا فکر انگیز اور تشکر آمیز ہے جو روانگی حج کے وقت فرمایا تھا:

''برادران اسلام! میری زندگی کا اہم مقصد دارالعلوم اشرفیہ ہے، میں نے اس کو اپنا مقصد زندگی قرار دیا ہے۔ ۳۵ سالہ زندگی کا بڑا قیمتی وقت اس کی خدمت میں صرف کیا ہے، آپ حضرات کی مخلصانہ خدمات اور بے مثال قربانیوں سے یہ دارالعلوم اس منزل پر پہنچا کہ اپنی خصوصیات میں امتیازی شان رکھتا ہے، پورے ہندوستان پر اس کی خدمات کا سکہ ہے، ملک کے طول وعرض سے خراج تحسین وصول کرتا ہے، یہ مذہب وملت کا قلعہ ہے، بڑی وزنی اور شان دار

درس گاہ ہے، اب یہ خادم جارہا ہے آپ کے اشرفیہ کو آپ کے سپرد کرتا ہے آپ اس کو اپنا مقصد زندگی قرار دیں اور اپنی زریں خدمات سے ہمیشہ اس کی آبیاری کرتے رہیں، پورا خیال رکھیں کہ اشرفیہ کے کسی شعبہ میں تنزل وانحطاط نہ ہونے پائے، بلکہ آپ کی خدمات سے یہ آگے بڑھتا رہے، خداوند کریم آپ حضرات کو جزائے خیر دے، شادوآباد رکھے۔ آمین۔ (حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص: ۲۲۸، بحوالہ ملفوظات حافظ ملت ص: ۱۲۸)

قارئین کرام! ذرا ایک ایک لفظ پر غور کریں اور حضور حافظ ملت کی خدمات دینیہ کی شفافیت، مقصد زندگی، درد وسوز، انقلاب آفریں اقدام، دوسروں کی معاونت کی سراہنا، اس تاریخی قلعے کو ناقابل تسخیر بنانے کی حددرجہ کاوشات آپ کا جذبۂ دینی، اشرفیہ کے لیے آپ کی مجنونانہ جدوجہد کا نقشہ نگاہوں میں محفوظ رکھیں۔

آپ نے متعدد بار اس خیال کا اظہار فرمایا کہ ''میں نے اپنے کو ہمیشہ دارالعلوم اشرفیہ کا خادم جانا، خدمت ہی اپنا کام ہے، عہدہ اور اختیارات کا استعمال میرے خیال میں نہیں''۔ ایک انسان جب ایسا اخلاص اور پاک دل رکھتا ہے اور عہدہ ومنصب وسربراہی سے بے نیاز ہوکر خدمت دین وملت کو اپنا خاص مشغلہ بنالیتا ہے تو رحمت الٰہی اس کی دست گیری فرماتی ہے اور غیب سے اس کی مدد ہوتی ہے۔

حضور حافظ ملت کی تحریک اشرفیہ کی کامیابی کی کلید آپ کی بے پناہ بے نفسی، مشن کی ترقی کے لیے حددرجہ فکر اور اللہ کی ذات پر کامل توکل کو قرار دیا جائے تو بےجا اور غلط بات نہیں۔

خدمات واثرات: حضور حافظ ملت شیخ المشائخ مولانا شاہ علی حسین اشرفی میاں علیہ الرحمہ کے مرید اور خلیفہ تھے، حضور صدر الشریعہ سے بھی آپ کو خلافت حاصل تھی، جب آپ نے ۱۳۵۳ھ میں ''باغ فردوس'' دارالعلوم اشرفیہ کی توسیع کا منصوبہ بنایا اور اس میں حضور صدر الشریعہ، حضور اشرفی میاں علیہما الرحمہ کو مدعو کیا تو حضور اشرفی میاں کے نواسے اور نور دیدہ تلمیذ امام احمد رضا حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ نے بھی شرکت فرمائی تھی۔ حضور اشرفی میاں ۱۳۵۳ھ سے اخیر عمر تک دارالعلوم اشرفیہ کے سرپرست رہے، آپ کے وصال کے بعد سرپرستی کی ذمہ داری حضور محدث اعظم ہند نے قبول فرمائی۔ حضور محدث اعظم ہند دارالعلوم کے تعلیمی اور تربیتی نظام سے انتہائی مطمئن تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنے دونوں صاحب زادگان شیخ الاسلام سید محمد مدنی میاں اور ہاشمی میاں کو حضور حافظ ملت کی تربیت میں بھیجا، حضور مدنی میاں نے اعدادیہ سے دورۂ حدیث تک کی مکمل تعلیم دارالعلوم اشرفیہ میں حاصل کی۔ سن ۱۹۶۳ء میں وہاں سے آپ کی فراغت ہوئی، علامہ سید مدنی میاں نے حضور حافظ ملت کی صبح وشام کا نظارا کیا ہے، وہ آپ کے درد وسوز واخلاص ومجاہدانہ کردار کے چشم دید گواہ ہیں۔ ''حضور حافظ ملت کی زندۂ جاوید شخصیت'' کے عنوان سے آپ لکھتے ہیں:

''ملت کا حافظ جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ ملت کی حفاظت میں گزرا، جس نے ملت کی حفاظت فرمائی (۱) تقریر سے (۲) تحریر سے (۳) تدریس سے (۴) مناظرہ کے ذریعہ احقاق حق اور ابطال باطل سے (۵) اپنی زندگی کو اُسوۂ نبی میں ڈھال کر (۶) اپنی درس گاہ علم وادب سے جلیل القدر علما واساتذہ وخطبا واصحاب قلم ومناظرین ومتکلمین ومفسرین ومحدثین اور اصحاب افتا پر مشتمل ایک خدائی گروہ بنا کر (۷) خانقاہوں میں بیٹھ کر (۸) جامعہ اشرفیہ کے لیے زندگی وقف کرکے (۹) اسٹیج پر رونق افروز ہوکر (۱۰) اپنی درس گاہ علم وادب میں پلنے والے کو اپنی نگاہ فیض سے اس منزل تک پہنچا کر کہ وہ عالمی شہرت کے مالک ہوجائیں۔ المختصر ملت کے حافظ نے ملت کی حفاظت کی ہر ان موثر ذرائع کو استعمال فرماکر جو ملت کی حفاظت کے لازمی وسائل تھے۔'' (ماہ نامہ کنزالایمان دہلی جولائی ۲۰۰۵ء ص: ۴۶)

شیخ الاسلام کے ان مختصر اور جامع اشارات نے حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی دینی خدمات جلیلہ اور فیضان علمیہ کے اثرات کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ واشگاف کردیا کہ ان مختصر سے جملوں میں ایک جہان سمٹ کر آیا اور خدمات واثرات کا اجمالی تعارف ہوگیا۔

حضور حافظ ملت کا صرف یہی اہم اور امتیازی کارنامہ نہیں ہے کہ انہوں نے اشرفیہ قائم فرمایا۔ اس کے لیے جلیل القدر ماہر اساتذہ کی ٹیم جمع فرمائی، نصاب تعلیم ونظام تعلیم کو بہتر بنایا، میدان تدریس، تصنیف، بحث ومناظرہ تقریر وخطابت میں اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ فرمایا بلکہ سب سے اہم کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے دین کی خدمت اور قوم کی ترقی کے ہر میدان کے لیے افراد کی تعیین فرمائی، شخصیت سازی کا فریضہ انجام دیا، تحریک اشرفیہ نے صرف ایک خطے کو متاثر نہ کیا بلکہ اہل سنت وجماعت کے ارباب علم ودانش، اصحاب تحقیق اور عوام وخواص کے لیے ایک عمدہ، دوررس تاثر چھوڑا، مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہ کے افکار کی ترویج، تعلیمات کی تبلیغ اور تحقیقات کی اشاعت کے لیے علما کو راغب کیا، حضور صدر الشریعہ ومفتی اعظم ہند علیہما الرحمہ کی نشان دہی پر اس میدان کے لیے جان باز تیار کیے اور انہیں کام دے کر اس مشن کو آگے لے جانے کی تلقین کی۔

جس طرح امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ نے دینی خدمات کی اور مختلف میدانوں میں اپنے تلامذہ اور خلفا کی ایک جماعت کو دین کا فوجی بنا کر میدان کارزار میں تعینات کیا، درس وتدریس ہو، افتاوفتویٰ نویسی ہو، تحریر وتقریر ہو، سیاست وسماجیات ہو، بحث ومناظرہ ہو، انتظامی امور کی قائدانہ صلاحیتوں کا مناسب استعمال ہو غرض کہ متعدد محاذوں پر اپنے شاگردوں اور خلفا کی ٹیم روانہ کی، دونوں شہزادگان، ملک العلما، صدر الافاضل، صدر الشریعہ، محدث اعظم ہند، محسن ملت، مبلغ اسلام، شیر بیشۂ اہل سنت وغیرہم بے شمار نام ہیں اور ہزاروں ان ناموں سے جڑے ہوئے دینی کام، گویا امام احمد رضا نے دینی فتوحات وخدمات علمیہ کے لیے ایک فوج تیار کردی تھی اور مذہب اہل سنت وجماعت کو استحکام مل رہا تھا، جس کے اثرات آج بھی باقی ہیں اور ان شاء اللہ عزوجل یہ تسلسل قائم وباقی رہے گا، حضور حافظ ملت کی ذات بھی اسی سلسلۃ الذہب کی ایک نمایاں کڑی تھی اور آپ نے بھی دین کی خدمت کے مختلف محاذوں پر اپنے

تلامذہ ومتوسلین کی ٹیم ارسال کی اور اسلام وسنیت کی بقاے دوام اور ترویج واشاعت اور خدمت علم نبوی کے لیے مکمل دوراندیشی کے ساتھ نئی نئی جہات کو دریافت کیا اور باقاعدگی کے ساتھ افراد کا انتخاب فرمایا، خود بھی کتابیں تحریر کیں، معارف حدیث، الارشاد، المصباح الجدید، فتاویٰ عزیزیہ، ارشاد القرآن، انباء الغیب، فرقہ ناجیہ، حاشیہ شرح مرقاۃ، یہ ساری تصنیفات آپ کے رشحات قلم کی اہم یادگار ہیں۔ ماہ نامہ اشرفیہ کا اجرا تحریر وصحافت کے میدان میں ایک بڑا ہی اہم اور افادیت سے بھرپور کارنامہ ہے، مولانا بدرالقادری مصباحی ہالینڈ، مولانا ڈاکٹر سید شمیم گوہر مصباحی، الٰہ آباد، حضرت قاری محمد یحیٰ اعظمی، مولانا عبدالمبین نعمانی مصباحی کی ادارت میں جس نے تحریر وقلم کے میدان میں بے پناہ خدمات پیش کیں، اب جامعہ اشرفیہ کے ایک فاضل استاد، مختلف کتابوں کے مصنف نوجوان خطیب اور ماہر قلم مولانا مبارک حسین مصباحی تقریباً بیس برس سے ماہ نامہ اشرفیہ کے مدیر اعلیٰ کے منصب پر فائز ہیں اور اپنے قلم زرنگار سے مختلف موضوعات کو مالا مال کر رہے ہیں، ماہ نامہ اشرفیہ نے اب تک کئی خصوصی نمبرات شائع کیے ہیں جو اپنی جگہ پر ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں، مثلاً حافظ ملت نمبر، مجاہد ملت نمبر، صدرالشریعہ نمبر، پیغمبر اعظم نمبر، انوار حافظ ملت نمبر، تعلیمی کنونشن نمبر، غریب نواز نمبر، جشن شارح بخاری نمبر، فقیہ اعظم نمبر، سید ین نمبر، جنگ آزادی ۱۸۵۷ء نمبر قابل ذکر ہیں۔

حضور حافظ ملت نے ۱۹۵۹ء میں سنی دارالاشاعت قائم فرمایا جس کے تحت فتاویٰ رضویہ جلد سوم تا جلد ہشتم کی طباعت واشاعت کا عظیم کارنامہ دیا جا چکا ہے۔

آپ کے تلامذہ میں شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی، بحر العلوم مفتی عبدالمنان اعظمی، علامہ ارشد القادری، محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری، نصیر ملت علامہ نصیرالدین قادری، شیخ الاسلام علامہ سید مدنی میاں اشرفی، مولانا وارث جمال قادری، مولانا بدرالدین احمد رضوی، سید جیلانی حامد اشرفی، علامہ محمد احمد مصباحی، علامہ بدرالقادری مصباحی، علامہ یٰسین اختر مصباحی، علامہ قمر الزماں اعظمی، علامہ عبدالمبین نعمانی قادری، علامہ عبداللہ خاں عزیزی، علامہ عبدالشکور مصباحی وغیرہم یہ وہ شخصیات ہیں جو اپنی جگہ آفتاب وماہ تاب ہیں اور ہند وپاک کے اہل علم جن کی علمی صلاحیتوں سے بخوبی واقف ہیں ان حضرات نے نہ صرف درس وتدریس، تصنیف وتالیف میں نمایاں کارنامہ انجام دیا، بلکہ ملک وبیرون ملک ان کی دعوتی خدمات کا دائرہ وسیع ہے، مختلف تعلیمی اداروں کے قیام، تحریری واشاعتی مراکز کا قیام، مساجد وتربیتی مراکز کا قیام ان کی مساعی جمیلہ سے عمل میں آیا، پاکستان میں حضرت مفتی ظفر علی نعمانی مصباحی بانی دارالعلوم امجدیہ کراچی، نیپال میں مفتی جیش محمد برکاتی، کراچی ہی میں شہزادۂ صدرالشریعہ علامہ قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی، انگلینڈ میں علامہ قمر الزماں اعظمی، ہالینڈ میں علامہ بدرالقادری مصباحی، مختلف ممالک میں علامہ ارشاد القادری، مدینہ منورہ میں علامہ افتخار احمد قادری، گھوسی میں علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری، چریاکوٹ میں علامہ عبدالمبین نعمانی وغیرہم جیسے فرزندان اشرفیہ دینی وعلمی کاموں میں مصروف ہیں۔ مدراس قائم کیے، مساجد بنوائی، رسائل وجرائد کا اجرا کیا، کتابیں لکھیں، امامت وخطابت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، تدریس وافتا میں مشغول ہیں۔

بالخصوص افکار امام احمد رضا کی ترویج واشاعت کے سلسلے میں فرزندان اشرفیہ کی خدمات آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ فتاویٰ رضویہ کی اشاعت وطباعت، جدالممتار کی اشاعت، سوانح اعلیٰ حضرت، ماہ نامہ تجلیات ناگپور کا امام احمد رضا نمبر، ماہ نامہ المیزان ممبئی کا امام احمد رضا نمبر، امام احمد رضا کی فقہی بصیرت، امام احمد رضا اور تصوف، امام احمد رضا ارباب علم ودانش کی نظر میں، امام احمد رضا اور رد بدعات ومنکرات، امام احمد رضا کا محدثانہ مقام، عشق رضا کی سرفرازیاں، مسئلہ تکفیر اور امام احمد رضا، فن تفسیر میں امام احمد رضا کا امتیاز، افکار رضا، تذکرۂ رضا، معارف کنزالایمان، ارشادات اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا کے ایمان افروز وصایا، جیسی اہم اور مستند ومحقق کتابیں فرزندان اشرفیہ اور حضور حافظ ملت کے خوشہ چینوں نے خاص امام احمد رضا کے افکار وتحقیقات پر تصنیف کیں اور اس باب رضویات میں اولیت کا سہرا اپنے سر سجایا، اور آج بھی تقریر وتحریر، تصنیف وتحقیق کے ذریعہ یہ سلسلہ جاری ہے اور مصباحی برادران اپنا علمی فیضان عام کر رہے ہیں۔ دین کی خدمت بھی ہو رہی ہے۔ مسلک امام احمد رضا کا فروغ بھی ہو رہا ہے، مدارس کی بنیادیں رکھی جا رہی ہیں، اساتذہ کی ٹیم تیار ہو رہی ہے۔ جامعہ اشرفیہ کے زندہ دل اور مخلص ذمہ داران نے ۱۹۹۲ء میں مجلس شرعی مبارک پور کے نام سے ایک بورڈ قائم فرمایا تاکہ وقت کے مفتیان کرام اور محققین عظام کی ٹیم بیٹھ کر امت مسلمہ کو درپیش مختلف لاینحل مسائل کے حل کے لیے بحث ومذاکرہ کرے اور کسی خاص نکتے پر اتفاق رائے سے فیصلہ ہو سکے، اس کے تحت مختلف موضوعات پر ۱۹۹۳ء سے ۲۰۱۱ء تک اٹھارہ کامیاب ترین فقہی سمینار منعقد کیے جا چکے ہیں، یہ بھی تدوین فقہ حنفی کی بہت بڑی خدمت ہے جو بے حد سراہے جانے کے قابل ہے، اس کی تقلید میں اب تک کئی سمینار بورڈ تشکیل دیے جا چکے ہیں اور ہند وبیرون ہند اپنی اپنی جگہ کامیاب سمینار منعقد کروا رہے ہیں، اس میں اولیت اشرفیہ کے ارباب حل وعقد کو حاصل ہے۔ یکم جمادی الآخرہ ۱۳۹۶ھ/۳۱ مئی ۱۹۷۶ء بروز دوشنبہ گیارہ بج کر ۵۰ منٹ پر شب میں حضور حافظ ملت کا وصال ہوا، نماز جنازہ آپ کے صاحب زادے سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ علامہ عبدالحفیظ عزیزی نے پڑھائی، جامعہ اشرفیہ ہی کے صحن میں آپ کا مزار مبارک مرجع خلائق ہے، یہ شمع اگرچہ بجھ گئی لیکن ہزاروں چراغ جو اس سے جل اٹھے ہیں وہ تو جل رہے ہیں، علم کی روشنیاں عام ہو رہی ہیں، فیضان حافظ ملت سے دنیا اکتساب فیض کر رہی ہے۔ اخیر میں بس اتنا کہوں گا۔ ؎

جس نے پیدا کیے کتنے لعل وگہر حافظ دین وملت پہ لاکھوں سلام

دینی کاموں میں اخلاص نہیں تو کچھ نہیں

از: محمد بدر رضا

اخلاص کی تعریف

عبادت ہو یا اطاعت اللہ تعالیٰ کے یہاں قبولیت صرف اسی عمل کو حاصل ہوتی ہے جس میں اخلاص ہو۔ اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ جو کام بھی کیا جائے صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کیا جائے۔ اس مقصد کے سوا کسی اور غرض کا اس میں شائبہ نہ ہو۔ لوگوں نے اس کی تعریف اگر چہ مختلف الفاظ میں کی ہے لیکن یہ اختلاف محض الفاظ کا ہے مدعا سب کا ایک ہی ہے۔ ایک عارف نے اس کی تعریف یہ کی ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ اطاعت میں مقصود صرف اللہ وحدہ کی ذات ہو۔ ایک اور عارف کا قول ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ آدمی کے اعمال ظاہر و باطن دونوں میں بالکل یکساں ہوں۔ اسی طرح ایک اور بزرگ کا ارشاد ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ آدمی کی توجہ اس طرح خدا کی طرف ہو جائے کہ وہ اپنے عمل میں خلق کے لحاظ و خیال سے بالا ہو جائے۔ حضرت فضیل کا قول ہے کہ لوگوں کے خیال سے عمل کو چھوڑنا ریا ہے اور کرنا شرک (خفی) ہے۔ اخلاص یہ ہے کہ آدمی ان دونوں فتنوں سے محفوظ رہے۔

اخلاص کی حقیقت احادیثِ نبویہ میں

ان احادیث سے بھی اخلاص کی یہی حقیقت واضح ہوتی ہے:

☆عن عمر ان رسول الله صلی الله علیه و سلم قال انما الاعمال بالنّیّات و لکل امرء ما نوی فمن کانت هجرته الی الله و رسوله فهجرته الی الله و رسوله و من کانت هجرته لدنیا یصیبها او امرأة یتزوجها فهجرته الی ما هاجر الیه

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اعمال کا انحصار نیتوں پر ہے۔ ہر آدمی کے سامنے اس کی نیت ہی آئے گی۔ جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہوگی تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لیے شمار ہوگی اور جس کی ہجرت کسی دنیوی مقصد کے لیے ہوگی جس کو وہ حاصل کرنا چاہتا ہے یا کسی عورت کی خاطر ہوگی جس سے وہ نکاح کرنا چاہتا ہے تو اس کی ہجرت اسی مقصد کے لیے ہے۔ (بخاری)

☆عن ابی موسیٰ قال: سئل رسول الله صلی الله علیه و سلم عن الرجل یقاتل شجاعةً و یقاتل حمیةً و یقاتل ریاءً ای ذلک فی سبیل الله؟ فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من قاتل لتکون کلمة الله هی العلیا فهو فی سبیل الله. .

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ ایک شخص اپنی بہادری کی نمائش کے لیے جنگ کرتا ہے، ایک شخص محض حمیت کے تحت جنگ کرتا ہے اور ایک شخص محض دکھاوے کے لیے جنگ کرتا ہے تو ان میں سے کس کی جنگ اللہ کی راہ میں ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے راستے میں اس شخص کی جنگ ہے جو اس مقصد کے لیے جنگ کرے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو۔

اسی طرح ایک اور مشہور حدیث ہے جس میں خبر دی گئی ہے کہ سب سے پہلے تین قسم کے لوگوں پر دوزخ کی آگ بھڑکائی جائے گی۔ ایک قرآن کے وہ قاری جو قاری کہلانے کے لیے قرآن پڑھتے تھے، دوسرے وہ مجاہد جو بہادر کہلانے کے لیے جہاد کرتے تھے اور تیسرے وہ صدقہ کرنے والے جو اس لیے صدقہ کرتے تھے کہ لوگوں میں ان کی داد و دہش کی دھوم ہو۔ (مشکوۃ شریف)

اخلاص کی حقیقت آیاتِ کریمہ میں

جو حقیقت ان احادیث میں واضح کی گئی ہے غور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ اخلاص کی یہی اہمیت و حقیقت قرآنِ مجید میں بھی بیان ہوئی ہے:

وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَآء (البيّنة)

ترجمہ: ان کو یہی حکم ہوا تھا کہ وہ اللہ ہی کی بندگی کریں اسی کی خالص اطاعت کے ساتھ بالکل یکسو ہو کر۔

فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّينَ أَلَا لِلّٰهِ الدِّينُ

الْخَالِصُ (الزمر) ترجمہ: تو تم اللہ ہی کی بندگی کرو اسی کی خالص اطاعت کے ساتھ، یادرکھو کہ اطاعتِ خالص کا سزاوار اللہ ہی ہے۔

پیغمبرِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اعلان کرایا گیا ہے:

قُلِ اللّٰہَ أَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهُ دِينِي فَاعْبُدُوا مَا شِئْتُم مِنْ دُونِهِ (الزمر) ترجمہ: کہہ دو کہ میں تو اللہ ہی کی بندگی کرتا ہوں اسی کی خالص اطاعت کے ساتھ سو تم اس کے سوا جس کی چاہو بندگی کرو۔

تمام عبادات واطاعت کی روح اسی اخلاص کو قرار دیا گیا، فرمایا گیا:

قُلْ إِنَّ صَلاَتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لاَ شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ (الانعام)

ترجمہ: کہہ دو میری نماز اور میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔ اس کا کوئی ساجھی نہیں اور مجھے اسی کا حکم ملا ہے اور میں تم میں پہلا مسلم ہوں۔

مخلصانہ عمل کا مطلب؟

اس اخلاص کے لیے جہاں یہ بات ضروری ہے کہ آدمی کا عمل صرف اللہ کے لیے ہو وہیں یہ بات بھی ضروری ہے کہ اس کا عمل خدا کے حکم اور اس کے رسول کی سنت کے مطابق ہو۔ یہ چیز اخلاص کی فطرت کا لازمی تقاضا ہے۔ اگر کوئی شخص کوئی کام نہایت اخلاص کے ساتھ خدا ہی کے لیے کرے لیکن اس کا وہ کام خدا اور رسول کے حکم کے خلاف ہو تو اس کا یہ اخلاص بے معنی بلکہ اللہ اور اس کے رسول کی توہین ہے۔ اس کا طرزِ عمل یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ خدا کی پسند و ناپسند کو خود خدا اور رسول سے زیادہ سمجھنے کا زعم رکھتا ہے اور یہ زعم غور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ گھمنڈ اور شرک دو چیزوں کا مجموعہ ہے۔ اس وجہ سے کوئی عمل جو خدا اور رسول کے حکم کے خلاف ہو وہ اخلاص کا عمل نہیں قرار پا سکتا اگرچہ وہ کتنے ہی مخلصانہ طور پر انجام دیا جائے۔

حضرت فضیل بن عیاض کا قول

حضرت فضیل بن عیاض کا ایک قول سننے اور سمجھنے کے قابل ہے۔ ان سے بہترین عمل کی حقیقت پوچھی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ بہترین عمل یہ ہے کہ وہ خالص اور بے لوث بھی ہو اور درست بھی۔ جب اس کی مزید تشریح ان سے چاہی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ اگر عمل درست ہو لیکن خالص نہ ہو جب بھی وہ قبول نہیں ہوتا۔ خدا کے یہاں قبول ہونے کے لیے ضروری ہے کہ عمل خالص بھی ہو اور درست بھی۔ پھر انہوں نے خالص کی یہ تشریح فرمائی کہ وہ صرف اللہ کے لیے ہو اور درست کی یہ تشریح فرمائی کہ وہ سنت کے مطابق ہو۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے نقطۂ نظر کی تائید میں چند آیتیں پڑھیں۔

اگر کوئی عمل خدا اور رسول کے حکم کے خلاف محض اخلاص کی بنا پر خدا کے یہاں قبولیت کا درجہ حاصل کر سکتا تو رہبانیت کا نظام اللہ تعالیٰ کے یہاں ضرور قبولیت کا درجہ پاتا۔

بعض لوگوں کو یہ بات کھٹکتی ہے کہ اگر ایک آدمی بھلائی کے کام کرے لیکن وہ اللہ کے لیے نہ کرے یا اللہ کے ساتھ اس میں دوسروں کو بھی شریک کرے تو آخر اس کے وہ عمل خدا کے یہاں قبولیت سے کیوں محروم رہتے ہیں۔ کام تو اس کے وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے یہاں پسندیدہ قرار دیے گئے ہیں؟ جن لوگوں کو یہ بات کھٹکتی ہے وہ دین کی ایک بنیادی حقیقت سے بے خبر ہیں۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے اچھائی اور بھلائی کے کاموں کا محتاج نہیں ہے کہ جو لوگ بھلائی کا کوئی کام کر دیں خواہ وہ اس کے لیے کریں یا کسی اور کے لیے، خواہ وہ اس عمل کو اس کے حکم کے مطابق کریں یا اس کے خلاف، وہ ان کا ممنونِ کرم ہو جائے کہ ان لوگوں نے اس پر یا اس کی دنیا پر کوئی احسان کر دیا ہے اس وجہ سے اس پر لازم ہو گیا ہے کہ وہ ان کی بھلائیوں کی قدر کرے اور ان کا بدلہ دے۔

اخلاص کا مطلب صرف نیکی اور بھلائی نہیں

اللہ تعالیٰ کسی کی نیکی اور بدی دونوں سے بالکل بے نیاز ہے۔ وہ اگر چاہے تو اپنی ساری دنیا کو صرف فرشتوں ہی سے بھر دے اس کے اندر کوئی برائی کرنے والا سرے سے رہ ہی نہ جائے۔ اسی طرح اگر وہ چاہے تو ہر آدمی کو اتنا نیک بنا دے کہ اس سے کسی شر کا صدور سرے سے ہو ہی نہیں لیکن اختیار اور قدرت کے باوجود اس نے ایسا نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کو صرف نیکی اور بھلائی ہی مطلوب نہیں ہے بلکہ اصل چیز جو مطلوب ہے وہ یہ ہے کہ لوگ بھلائی کے کام صرف اس کی رضا کے لیے کریں اور اس کے حکموں کے مطابق کریں۔ اس وجہ سے جو نیکی مذکورہ شرطوں کے ساتھ کی جاتی ہے اس کی تو اس کے یہاں بڑی قدر ہے خواہ وہ کتنی چھوٹی ہو اور وہ اس کا اجر دیتا ہے لیکن جس نیکی میں کسی اور چیز کی ملاوٹ ہو جاتی ہے اس کا اس کے یہاں کوئی اجر نہیں ہے۔ وہ اس طرح کی نیکی کرنے والوں سے کہتا ہے کہ اس کا اجر اس سے لو جس کے لیے تم نے یہ نیکی کی ہے۔ احادیث میں یہی حقیقت اس طرح واضح کی گئی ہے۔ ایک حدیثِ قدسی ہے:

انا اغنی الشرکاء عن الشرک. فمن عمل لی عملاً اشرک فیه غیری فانا منه بریء وھو للذی اشرک۔ .

ترجمہ: میں ساجھے کے تمام شریکوں سے زیادہ بے نیاز ہوں تو جس نے میرے لیے کوئی ایسا عمل کیا جس میں میرے ساتھ اس نے کسی دوسرے کو بھی شریک کرلیا تو میں اس سے بری ہوجاتا ہوں اور وہ عمل اسی کے لیے ہوجاتا ہے جس کو اس نے میرے ساتھ شریک کیا۔

جب آخرت میں ایسے لوگ اجر کے طالب ہوں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ :اذھب فجد اجرک ممن عملت لہ لا اجر لک عندنا. ترجمہ: جاؤ! اس سے تم اپنے عمل کا معاوضہ لو جس کے لیے تم نے یہ کام کیا ہے ہمارے یہاں تمہارے لیے کوئی اجر نہیں ہے۔

یہ شریک، کوئی بت اور صنم بھی ہوسکتا ہے، خاندان اور قبیلہ بھی ہوسکتا ہے، قوم اور وطن بھی ہوسکتے ہیں اور شہرت اور دکھاوے اور نفس کی دوسری خواہشیں بھی ہوسکتی ہیں۔ ان میں سے جو چیز بھی ہو وہ اخلاص کی ضد ہے اور انسان کے عمل کو عنداللہ باطل کردیتی ہے۔

غلط فہمی کا ازالہ: اس سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ کوئی مخلص مسلمان اپنے خاندان یا قبیلے، قوم اور وطن کے لیے کوئی کام کرہی نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے خاندان اور قبیلے، قوم اور وطن کے حقوق و فرائض خود نہایت تفصیل کے ساتھ متعین کردیے ہیں اور ہر مسلمان پر یہ واجب کردیا ہے کہ ہر شخص ان حقوق و فرائض کو اللہ کی رضا کے لیے اور اس کے احکام کے مطابق ادا کرے۔ جو شخص ان حقوق و فرائض کو اللہ کی رضا کے لیے اور اس کے احکام کے مطابق ادا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا بڑا اجر ہے اور اگر اس کا وہ کام خدا کے لیے نہ ہو تو وہ نری دنیا داری ہے اگرچہ وہ جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے، بظاہر جہاد ہی کیوں نہ ہو۔

دو مثالیں: غور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ اس اخلاص کے ہونے یا نہ ہونے سے عمل کی فطرت میں بڑا تغیر واقع ہوجاتا ہے۔ فرض کیجیے کہ ایک ماں کی ممتا بچے کے لیے ہر شے سے بالاتر چیز ہے لیکن اگر وہ اپنی ممتا کے جوش میں یہ کرے کہ بچے کی بیماری میں اس کو وہ سب کچھ کھلاتی جائے جس کے لیے بچہ ضد کرے اور ڈاکٹر کی ہدایات کی وہ کوئی پرواہ نہ کرے تو اس ممتا کے باوجود اندیشہ ہے کہ وہ بچے کی جان لے کے رہے گی۔ اسی طرح فرض کیجیے کہ ایک شخص ہے جو کام تو اچھے کرتا ہے لیکن ان کاموں میں اس کے سامنے صرف خدا ہی کی رضا جوئی کا نصب العین نہیں ہے بلکہ خدا کے سوا کوئی اور نصب العین ہے تو لازمی طور پر وہی نصب العین اس کے لیے حق اور باطل، پسند اور ناپسند اور خیر و شر کے لیے معیار بن جائے گا۔ آگے چل کر یہ چیز اس کی ہر بھلائی کو برائی کی شکل میں تبدیل کردے گی۔ وہ اپنے قبیلے اور اپنی قوم کے لیے اچھے اچھے کام کرتے کرتے بالآخر اس فلسفے تک پہنچ سکتا ہے کہ "میری قوم خواہ حق پر ہو یا باطل پر"۔ یہ فلسفہ بالآخر اس کو ہٹلر اور مسولینی بنا سکتا ہے۔ یہ صرف خدا کی رضا جوئی کے نصب العین ہی کا خاصا ہے کہ وہ انسان کو کبھی بہکنے نہیں دیتا۔ یہ نصب العین انسان کو ایک جہانی اور آفاقی نقطۂ نگاہ دیتا ہے اور اس کی وجہ سے اس کے سامنے ہمیشہ اپنی ذات، اپنی قوم اور اپنے ملک کی بہبود کے ساتھ ساتھ انسانیت کی خدمت کا ہمہ گیر پروگرام رہتا ہے اسی وجہ سے اسلام میں خدا کے سوا کسی اور چیز کو پسند اور ناپسند کا معیار قرار دینا حرام پایا۔ اسی حقیقت کو اخلاص کہتے ہیں یہی اخلاص عقیدۂ توحید کی جان اور روح ہے اور یہ عقیدۂ توحید تعلق باللہ کا بنیادی عنصر ہے۔

کتابیات

صحیح البخاری: کتاب الایمان، صحیح مسلم: کتاب الامارۃ، صحیح مسلم : کتاب الامارۃ، سنن ابن ماجہ: کتاب الزہد، مشکوۃ المصابیح، مدارج السالکین

﴿.....﴾

دعائے مغفرت کی اپیل

دارالعلوم غوثیہ ضیاء القرآن کرلا کے سابق پرنسپل حضرت حافظ وقاری عبدالواحد حشمتی کا ان کے وطن اترولہ یوپی میں دل کا دورہ پڑنے کے سبب ۲۷ اپریل بروز بدھ انتقال ہوگیا۔ گزشتہ دو سالوں سے الجامعۃ الغوثیہ عربی کالج (اترولہ) میں مدرس تھے۔ موصوف ایک کامیاب استاذ اور نہایت خلیق تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ اور تین بچیاں اور ایک بچہ ہے۔ قارئین سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔ (ادارہ)

ہنسی مذاق کیجیے مگر دل نہ دکھایئے

(اُسوۂ رسول کی روشنی میں رہنما اصول)

از: مشتاق احمد

ایک حد تک ہنسنا اور ہنسانا، خوش ہونا اور خوش کرنا اور تفریح ومزاح انسانی فطرتِ سلیمہ کا تقاضا ہے۔ جس کی زندگی میں اس کے لیے وقت نہیں ہوتا وہ صحیح معنیٰ میں زندگی سے لطف اندوز نہیں ہوسکتا اور اس متاعِ فانی سے کما حقہٗ متمتع نہیں ہوسکتا۔ اس کی زندگی اس کے لیے اجیرن اور بوجھ بن جاتی ہے، اداسی و پژمردگی اس پر چھا جاتی ہے کیوں کہ زندگی زندہ دلی کا نام ہے اور اس کی تابندگی ورونق، دلکشی ورعنائی ہنسی وخوش طبعی سے قائم ہے اسی وجہ سے لوگ ایسے مواقع کی تلاش میں رہتے ہیں جہاں وہ زندگی کے مسائل اور الجھنوں سے فارغ ہوکر جی بھر کر خوب ہنسیں اور اس حقیقی دنیا اور اس کے جھمیلوں سے نکل کر ایک تصوراتی دنیا میں کھو جائیں جس میں کیف وسرور پایا جاتا ہو اور ان اشخاص سے زیادہ مانوس اور قریب ہوتے ہیں جن کے پاس ہوتے ہوئے وہ اپنے غم وپریشانی کو بھول کر سکون وراحت محسوس کریں۔ یہی سبب ہے کہ موجودہ دور میں مادیت کا مارا، تناؤ اور ٹینشن کا شکار، ذہنی الجھنوں اور پریشانیوں میں جکڑا، خوشی ومسرت کے لیے دردر کی ٹھوکریں کھاتا، چین وسکون کا متلاشی انسان کامیڈی شو، لوفر پروگراموں اور فلموں کو اپنی پریشانیوں کا حل، دکھوں کی دوا اور زندگی میں رونق ومسرت کے حصول کا منبع وذریعہ سمجھ رہا ہے اور اپنے قیمتی اوقات اور کمائی کا کچھ نہ کچھ حصہ اس کی نذر کر رہا ہے۔ ان پروگراموں اور فلموں کی بڑھتی کثرت ومقبولیت اس کی واضح دلیل ہے۔

اسی فطرتِ انسانی کی وجہ سے اسلام نے خوش مزاجی وخوش طبعی کو ناپسند نہیں کیا بلکہ اس کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا ہے اور خود حضور کی حیاتِ طیبہ میں ہمیں نظر آتا ہے کہ آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہنسی ومزاح فرما رہے ہیں، خود مسکرا رہے ہیں اور دوسروں کو ہنسا رہے ہیں۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ہمارے ساتھ خوش طبعی کیا کرتے تھے میرے چھوٹے بھوئی جس نے گوریا پالی تھی وہ مرگئی تھی آپ اس سے ازراہ مزاح کہا کرتے تھے: یَـا اَبَـا عُـمَیـرُ مَافَعَلَ النُّغَیْرُ اے ابو عمیر! تمہاری گوریا کیا ہوئی؟ خود حضرت انس کو کبھی کبھار یَـا ذَا الاُذُنَیـنِ ” دو کان والے“ کہا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک صحابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے سواری کے لیے جانور دیجیے؟ تو آپ نے فرمایا میں تم کو اونٹنی کا بچہ دوں گا۔ صحابی نے عرض کیا کہ میں اونٹنی کا بچہ لے کر کیا کروں گا؟ تو آپ نے فرمایا کہ ہر اونٹ کسی اونٹنی کا بچہ ہی تو ہوتا ہے۔ (بخاری ۶۸/۷) ایک مرتبہ ایک بڑھیا آپ کی خدمت میں آئی اور پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! کیا میں جنت میں جاؤں گی؟ تو آپ نے فرمایا کہ بڑھیا جنت میں نہیں جائے گی۔ بڑھیا پریشان ہوگئی اور افسوس کرنے لگی تو آپ نے فرمایا کہ ہر بڑھیا کو اس کی جوانی لوٹائی جائے گی وہ جوان ہوکر جنت میں جائے گی نہ کہ بڑھاپے کے ساتھ۔ ایک دیہاتی صحابی تھے جن کا نام زہیر تھا وہ دیہات سے سودا سلف لاکر بیچتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ اپنا سامان بیچ رہے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سے آکر ان کو اس طرح پکڑ لیا کہ ان کو معلوم نہ ہوسکا کہ کس نے ان کو پکڑا ہے تو وہ چلانے لگے کہ اے! کون ہے؟ مجھے چھوڑ دو، جب ان کو معلوم ہوا کہ پکڑنے والے آپ ہیں تو اپنے بدن کو آپ سے اور چمٹانے لگے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ازراہِ مزاح ان کی بولی لگانی شروع کردی کہ اس غلام کو کون خریدے گا؟ تو ان صحابی نے کہا کہ یہ تو سستا سودا ہے آپ نے فرمایا لیکن اللہ کے نزدیک تم بہت قیمتی ہو۔ (احمد ۱۲۱۸/۷)

آپ کے مزاح کے ان واقعات کو دیکھنے سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ آپ کسی کا ٹھٹھا اور تمسخر نہیں کر رہے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے (کوئی قوم کسی قوم کا مذاق اور ٹھٹھا نہ کرے) آپ مزاح اور خوش کرنے کے لیے جھوٹ اور غلط بیانی سے کام نہیں لے رہے ہیں بلکہ حقیقت کو ہی کنایہ میں بیان کر رہے ہیں جس سے

ہنسی اور مزاح کا ماحول پیدا ہورہا ہے اور سچ کے دامن کو ہاتھ سے جانے نہیں دے رہے ہیں۔ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ تو ہم سے ہنسی مذاق بھی کیا کرتے ہیں؟ پوچھنے کا مطلب یہ تھا کہ آپ تو کبھی کبھار ہم سے مذاق بھی کیا کرتے ہیں کیا وہ بھی ہمارے لیے قابلِ تقلید ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں اس وقت بھی سچ ہی بولتا ہوں۔(ترمذی/۱۹۱۶)۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذاق میں بھی کسی کو تکلیف پہنچانے کو قبیح و شنیع قرار دیا ہے چنانچہ آپ نے فرمایا کہ کوئی شخص اپنے بھائی کا سامان نہ مذاق میں لے اور نہ ہی سنجیدگی میں لے۔(ابوداؤد/۴۳۵۰) ایک مرتبہ چند صحابہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے تو ان میں ایک صحابی سو گئے تو کچھ صحابہ رسی لائے اور ان کو باندھ دیا تو وہ صحابی گھبرا گئے۔اس وقت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو ڈرائے۔مزاح اور کسی کو ہنسانے کے لیے کسی کی ایسی نقل کرنے سے بھی منع کیا ہے جس سے دیکھنے والے کو برا لگے اور جو کسی کی ایذا رسانی کا باعث بنے۔

ایک مرتبہ حضرت عائشہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت صفیہ کی یہ بتانے کے لیے کہ وہ بہت پست قد ہیں، نقل اتاری تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے ایسا کام کیا ہے اگر اس کی کڑواہٹ کو سمندر میں ملایا جائے تو وہ بھی کڑوا ہو جائے۔

اس کے برعکس اگر آج کے کامیڈی شوز، ہنسی و مزاح کی محفلوں کا جائزہ لیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ محفلیں جھوٹ و فریب، استہزا و تمسخر، غلط بیانی و نقالی سے بھری ہوئی ہوتی ہیں اور تھوڑی دیر چند لوگوں کو خوش کرنے کے لیے کسی کی عزت کو نیلام کر دیا جاتا ہے تو کسی کو رسوا و ذلیل کیا جاتا ہے اور کسی کی ایسی نقل کی جاتی ہے کہ دیکھنے والے کو ناپسند و قبیح لگتا ہے، جس کی وجہ سے یہ محفلیں خوشی کا ذریعہ بننے کے بجائے بغض و عداوت کا ذریعہ بنتی چلی جا رہی ہیں۔سکون روح کا سبب بننے کے بجائے سوہانِ روح ثابت ہو رہی ہیں اور یہ وقتی لذت و خوشی دیرینہ بغض و عداوت کا سبب بن رہی ہے۔ستم ظریفی یہ ہے کہ اس طرح ہنسانے والے کی خوب ہمت افزائی کی جا رہی ہے اور اس کے لیے بڑے بڑے پروگرام منعقد کیے جا رہے ہیں جس کی وجہ سے یہ مذاق اور طریقہ جنگل کی آگ کی طرح پھیلتا جا رہا ہے اور کیا مسلم، کیا غیر مسلم سب اس کو فیشن کے طور پر اپنا رہے ہیں اور اس کو آرٹ اور فن سے تعبیر کر رہے ہیں حالاں کہ یہ انسانیت و معاشرے کو ایسے عمیق دلدل میں دھنسا رہا ہے جس سے نکلنا مشکل نظر آ رہا ہے۔یہ ایک ایسا میٹھا زہر ہے (slow Poison) جو معاشرے کی جڑوں اور طاقت کو اندر سے کھوکھلا کر رہا ہے اور غیر شعوری طور پر انسانیت کے اعلیٰ دماغوں اور صلاحیتوں کو ملک و قوم کی ترقی و فلاح و بہبود کے لیے استعمال کرنے کے بجائے ان سطحی اور وقتی چیزوں پر لگا رہا ہے اور عزت و حرمت اور عظمت و رفعت نام کی چیزوں کی وقعت غیر شعوری طور پر ختم ہو رہی ہے جس کی وجہ سے یہ دنیا جنگل اور انسانیت درندہ بنتی چلی جا رہی ہے جس میں چھوٹے اور بڑے کی تمیز کی جا رہی ہے اور نہ ہی اعلیٰ اور ادنیٰ کا پاس و لحاظ رکھا جا رہا ہے اور ہنسی کے نام پر بے حیائی و فحاشی، ناشائستہ حرکتوں اور دوسروں کی ایذا رسانی بلکہ ہر چیز کو روا رکھا جا رہا ہے۔ان محفلوں میں کی جانے والی غلط باتوں اور حرکتوں کو غلط کہنا تو درکنار غلط سمجھنے ہی کو غلط اور تنگ نظری سے تعبیر کیا جا رہا ہے کہ دامنِ عقل کو کبھی تنہا بھی چھوڑ دو کبھی کسی لمحے کے لیے بھی تو مذہب کی جاگیرداری کو ہٹا دو! حالاں کہ مذہب خلافِ فطرت یہ تو مطالبہ نہیں کر رہا ہے کہ مزاح اور ہنسی اور خوش طبعی نہ کی جائے بلکہ یہ مطالبہ کر رہا ہے کہ ہنسی اور خوش طبعی کے نام پر اعلیٰ اقدار اور اصولوں اور عزت و حرمت کو پامال نہ کیا جائے۔دائرے میں ہی رہتے ہوئے یہ سب کرنے کی نہ صرف اجازت دی ہے بلکہ اس کو مستحسن قرار دیا ہے اور عملاً پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل کر کے دکھایا ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کی طرف توجہ دی جائے اور حسبِ استطاعت انسانیت، قوم و معاشرے، خاندان اور اپنے گھر والوں کے دلوں میں مذہب اور اعلیٰ اقدار کی ضرورت و حاکمیت کو راسخ کیا جائے تاکہ دین و مذہب کی افادیت و اہمیت برقرار رہے ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دوسرے مذاہب کی طرح ہمارا مذہب بھی صرف مسجدوں اور مدرسوں تک محدود ہو کر رہ جائے جس کا بازاروں، شادی بیاہ اور دیگر تقریبات میں کچھ کام نہ ہو۔

شرعی احکام ومسائل

از: مفتی محمد نظام الدین رضوی

مسجد کے متعلق بعض اہم مسائل

۱۔ زید بکر کے گاؤں کا ایک زمانے سے صدر ہے زید نے اپنی صدارت میں اپنے نام سے مسجد میں بجلی کا کنکشن لیا اور اسی کنکشن سے اپنے گھر میں ٹی وی، وی سی آر چلاتا ہے اور دیگر ضروریات بھی پوری کرتا ہے۔ گاؤں کے لوگوں نے اعتراض کیا تو پھر بھی زبردستی چلاتا ہے اور جب بجلی کا بل آتا ہے تو مسجد کے فنڈ سے پیسے جمع کرتا ہے۔

۲۔ بکر کے گاؤں میں ہی زید کا بھائی ہے جس نے ایک اجنبی عورت کو ورغلا کر نس بندی کروادی اور ظاہر کیا کہ ہماری بیوی کی نس بندی ہوئی ہے۔ اس کے بدلے سرکار نے مذکورہ عورت کو زمین دی ہے اس کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر اس زمین کو اپنے قبضے میں لے لیا اور اس پر مکان بنوا کر استعمال کرتا ہے اور اسی سے متصل مسجد کی بھی زمین ہے اس پر بھی مکمل قبضہ کر لیا ہے اور اسی پر بیل بھینس وغیرہ باندھتا ہے جس کی وجہ سے مسجد کے گیٹ پر جانور کا پاخانہ پیشاب پڑتا ہے۔

۳۔ بکر کے گاؤں میں ایک قبرستان ہے جس میں عام مسلمان دفن کیے جاتے رہے ہیں۔ اب زید کہتا ہے کہ قبرستان صرف ہمارے خاندان کا ہے۔ جب گاؤں کے لوگوں نے کہا کہ قبرستان عام مسلمانوں کا ہے تو مارے طیش کے جا کر دیوانی مقدمہ داخل کر دیا۔

۴۔ بکر کے گاؤں میں ایک بزرگ کا آستانہ ہے، قریب قریب منہدم ہو چلا ہے۔ بکر نے چاہا کہ اس کی تعمیر کروادیں تو زید نے تعمیری کام کو رکوا دیا اور لوگوں کو فاتحہ خوانی نذر و نیاز سے منع کرتا ہے۔

۵۔ بکر کے گاؤں میں ایک مسجد بھی ہے جہاں پنج وقتہ باجماعت نماز پڑھی جاتی ہے۔ جب سے زید اور گاؤں والوں کے درمیان قبرستان کا مسئلہ چھڑا تب سے زید ہی کی وجہ سے باجماعت نماز ہونا بند ہو گئی ہے۔ زید نماز باجماعت ہونے سے روکتا ہے۔

۶۔ زید قبرستان کے باغات اور اس کے پھل وغیرہ کو جبراً استعمال کرتا ہے۔

المستفتی: محمد بسم اللہ، مقام اسی ٹھانی بھیٹی، ضلع گورکھپور۔

الجواب (۱) زید جب بجلی کا بل مسجد کے مالی فنڈ سے ادا کرتا ہے تو وہ بجلی اپنے نجی مصارف، روشنی، ہوا، ٹی وی وغیرہ میں استعمال کرنی حرام وگناہ ہے کہ یہ مسجد کے مال میں خیانت ہے جو یقیناً حرام وگناہ ہے۔

یہ حکم اس وقت ہے جب بجلی کا کنکشن اس کا اپنا ہو اور مسجد میں بھی استعمال کے لیے دے دیا ہو لیکن اگر بجلی کا کنکشن مسجد کا ہو اور زید کے نام وہ کنکشن اس لیے ہے کہ وہ مسجد کا صدر ہے تو پھر مسجد کے کنکشن سے اپنے گھر بجلی لے جانا بھی جائز نہ ہوگا کہ ایک تو اس کا بار مسجد پر پڑے گا دوسرے یہ بجلی کا سرقہ (چوری) بھی ہوگا۔

زید پر واجب ہے کہ فوراً اس سے باز آجائے اگر کنکشن مسجد کا ہے تو اس سے اپنے گھر کا کنکشن کاٹ دے اور اگر کنکشن ذاتی زید کا ہے تو بہر حال مسجد کے فنڈ سے اپنا بل نہ ادا کرے اور اب تک مسجد کے فنڈ سے اپنے بل پر جو صرف کیا ہے وہ تمام مسجد کو واپس کرے، ساتھ ہی توبہ بھی کرے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

(۲) صورتِ مسئولہ میں زید کا بھائی متعدد وجوہ سے گنہگار، فاسق، فاجر ہے۔ ایک تو اس لیے کہ اس نے کسی اجنبی عورت کو ورغلا کر نس بندی کرائی جو حرام اور شیطانی کام ہے۔ دوسرے اس لیے کہ وہ اس کی بیوی نہ تھی اور جھوٹ بول کر اسے اپنی بیوی بتایا۔ تیسرے اس لیے کہ زمین عورت کو ملی تھی جس کی مالک وہ عورت ہے اس پر اس نے غاصبانہ قبضہ کر لیا۔ چوتھے اس لیے کہ مسجد کی زمین پر بھی ناجائز قبضہ جمائے ہوئے ہے۔ پانچویں اس لیے کہ اپنے جانوروں کے پاخانہ پیشاب سے مسجد کے گیٹ کو ناپاک کرتا ہے۔ اس پر واجب ہے کہ فوراً ان گناہوں سے علانیہ توبہ کرے، اجنبی عورت کی زمین اس کو اور مسجد کی زمین مسجد کے حوالہ کرے، ساتھ ہی مسجد کے گیٹ کو گندگی سے بچائے

اگر ایسا کرے تو ٹھیک ورنہ مسجد کے مصلیان اس کا بائیکاٹ کردیں۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

(۳) اگر اس بات کا شرعی ثبوت ہو کہ قبرستان زید کے خاندان کا ہے عام مسلمانوں کے دفن کے لیے وقف نہیں ہے تو وہ دوسرے مسلمانوں کو روک سکتا ہے اور اس کے لیے ضرورت ہوتو مقدمہ بھی کرسکتا ہے لیکن اگر وہ قبرستان عام مسلمانوں کا وقف ہوتو پھر زید کا وہ دعویٰ پھر مقدمہ دونوں حرام وگناہ ہیں کہ یہ ناحق مسلمانوں کی ایذا رسانی ہے۔ اس تقدیر پر زید فوراً مقدمہ اٹھالے اور اپنے دعویٰ سے دست بردار ہوساتھ ہی مسلمانوں سے معافی مانگے اور بارگاہِ الٰہی میں تائب ہو۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

(۴) اگر یہ بات قابلِ اعتماد ذریعے سے معلوم ہو کہ واقعی وہاں کوئی بزرگ مدفون ہیں تو ان کے منہدم آستانے کی مرمت یا تعمیر جدید جائز ہے اور نیاز فاتحہ تو ہر مسلمان میت کے لیے جائز ہے۔ برتقدیر مذکور جائز تعمیر اور نیاز فاتحہ سے مسلمانوں کو روکنا زیادتی ہے جو ناجائز وگناہ ہے۔ زید پر لازم ہے کہ اس سے بھی فوراً باز آجائے **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

(۵) زید مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے پر پابندی لگانے کی وجہ سے گنہگار، فاسق وفاجر ہے فوراً اس سے اعلانیہ توبہ کرے اور جماعت سے نماز پڑھنے کی اجازت دے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

(٦) اگر قبرستان کے باغات اور اس کے پھل وغیرہ اس کی ملک نہیں ہیں تو جبراً انہیں اپنے استعمال میں لانا بھی حرام وگناہ ہے۔ زید اس سے بھی تائب ہو اور قبرستان کی چیزیں اسے واپس کرے۔

دوسرے سوال کے سوا تمام سوالوں کا تعلق زید سے ہے اگر زید پر لگائے گئے الزامات صحیح ہیں تو زید تمام صورتوں میں شریعت کی خلاف ورزی کی وجہ سے فوراً توبہ کرے اور اوپر لکھے گئے احکام پر عمل پیرا ہو ورنہ مسلمان اس کا بائیکاٹ کردیں۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

☆☆☆

کیا حضرت علی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بولِ مبارک پیا؟

زید جو ایک سنی صحیح العقیدہ عالمِ دین ہے اس نے بیان کیا کہ حضرت علی نے سرکار کا بولِ مبارک پیا۔ اس پر بکر نے کہا کہ اس میں حضرت علی کی توہین ہے، زید کو کلمہ پڑھنا پڑھے گا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ (۱) کیا یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توہین ہے اور اس بیان کی وجہ سے عالمِ دین کو توبہ کرنی پڑے گی؟ (۲) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بولِ مبارک کو پینا جائز ہے یا نہیں، کسی صحابی یا صحابیہ نے اسے نوش فرمایا ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد اظہر خان مصباحی، دارالعلوم رضائے مصطفیٰ، راپچور

الجواب: حضورِ اقدس سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام فضلات بشمول بول مبارک پاک تھے۔ یہ مذہب امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور اہلِ علم کی ایک جماعت کا بھی یہی موقف ہے۔

صحابیات میں حضرت ام ایمن اور ام یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نیز ایک صحابی نے آپ کا بولِ مبارک نوش فرمایا۔ یہ صحابی کون تھے ان کا نام معلوم نہ ہوسکا۔ مدارج النبوۃ جلد اول میں ہے:

''وقاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ در شفا گفتہ کہ بتحقیق رفتہ اند قومے از اہل علم بطہارت حدثین از آنحضرت واین ست قول بعضی اصحاب شافعی واما بول لا مشاہدہ کردہ اند بسیارے ونوشیدہ است اورام ایمن کہ خدمت میکرد آنحضرت را۔

وبار دیگر زنے بود کہ نام وے بَرَکَۃ بود او نیز خدمت می کرد آنحضرت را، پس بخورد بول را وفرمود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا ام یوسف بیمار نشوی ہرگز پس بیمار نمی شد آں زن ہرگز۔

ودر بعضے روایات آمدہ است کہ مردے بول آنحضرت را خوردہ بود پس بوئے خوش می دمید از وے واز اولا دوے تا چند پشت۔

وروایت است کہ مردم تبرک می کردند ببول ودم آنحضرت صلی اللہ والہ وسلم۔'' انتہیٰ ملخصا (ص ۲۵، ۲٦ ج ۱)

الخصائص الکبریٰ میں ہے:

باب اختصاصہ وصلی اللہ علیہ وسلم بطھارۃ دمہ وبولہ وغائطہ یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خون وپیشاب کا پاک ہونا آپ کی خصوصیت ہے۔ اس کے تحت کئی حدیثیں مذکور ہیں۔ (ص ۲۵۷، ج ۲)

عمدۃ القاری ج ۱ اور فتح الباری ج ۱ اور مواہبِ لدنیہ وشرحِ مہذب وغیرہ میں اس کی تفصیل ہے۔

الغرض! جب سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بولِ مبارک پاک ہے۔ صحابۂ کرام نے اسے بطور تبرک پیا۔ سرکار نے اس پر بیمار نہ ہونے کی بشارت دی اس کی نسبت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

طرف اگر غلط فہمی سے کسی عالم دین نے کردی تو وہ حضرت مولائے کائنات کی شان میں ہرگز ہرگز گستاخی یا بے ادبی نہیں ہے نہ اس کی وجہ سے قائل پر توبہ وتجدید ایمان واجب ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شربِ دم ہے اگر شربِ دم کی نسبت حضرت علی کی شان میں گستاخی نہیں تو شربِ بول کی نسبت بھی گستاخی نہیں۔ قائل سے دم کی جگہ بول کہنے میں خطا ہوگئی اس کی وہ اصلاح کرلے اس پر شرعاً کوئی ملامت نہیں۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

☆☆☆

خواب میں زیر تعمیر مسجد دیکھنا

میں نے خواب میں دیکھا کہ مدینہ کی عظیم مسجد زیر تعمیر ہے اور اس مسجد کے قریب خود کا ایک ہوٹل کی عمارت ہے اور میں بہت مالدار آدمی بن گیا ہوں۔ رسول پاک کو بھی خواب میں دیکھا لیکن ان کی صورت نظر نہیں آئی۔ اس خواب کی تعبیر کیا ہوگی؟

المستفتی: عارف محمد

الجواب: (۱) مسجد بنانے، تعمیر کرنے اور اسے زیر تعمیر دیکھنے کے خواب کے سلسلے میں ''تعطیر الانام فی تعبیر المنام'' میں ہے کہ جو دیکھے کہ وہ مسجد تعمیر کرتا ہے تو یہ خیر وسنت، صلہ رحمی وعہدۂ قضا کے حصول کی دلیل ہے بشرطیکہ اس عہدے کا مستحق ہو۔ جو شخص خواب میں مسجد بنائے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ حق کو قائم کرے گا اور نیکی کا حکم دے گا۔ برائی سے منع کرے گا (ص ر ۸۳۵) اور زیر تعمیر مسجد دیکھنے کی تعبیر یہ ہے کہ زمین میں حق قائم ہوگا سنت کی اشاعت ہوگی۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

(۲) تعطیر الانام میں ہے کہ خواب میں مالداری، بیداری میں محتاجی کی دلیل ہے۔ اگر کوئی خواب میں اپنے آپ کو غنی دیکھے تو یہ اس کے محتاج ہونے کی علامت ہے یا خواب دیکھنے والے کے قانع ہونے کی علامت ہے اس لیے کہ مالداری اور قناعت ایک دوسرے کو لازم ملزوم ہیں۔ (ص ر ۶۷۳)

آپ اپنے حق میں یہ خواب قانع ہونے کی علامت سمجھیں اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ دیا یا دے اس پر قناعت کریں اور اللہ عزوجل سے اچھا گمان رکھیں۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

(۳) خواب میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت بڑی سعادت ہے۔ درود شریف کی کثرت کریں۔

تقسیم وراثت

عبدالمنان اپنے موروثی مکان میں رہتے ہیں اور اپنی زندگی ہی میں اپنا مکان بال بچوں میں تقسیم کرنا چاہتے ہیں۔ جن کے تین لڑکے، تین لڑکیاں، دو بہنیں اور اہلیہ بھی موجود ہیں۔

دریافت طلب بات یہ ہے کہ از روئے شرع عبدالمنان اور ان کے ورثہ متعلقین کو کتنا کتنا حصہ ملے گا۔

المستفتی: محبوب احمد گرافر، مبارک پور، اعظم گڈھ۔

الجواب: باپ اپنی زندگی میں اپنی جائداد زمین، مکان وغیرہ اپنی اولاد میں تقسیم کرنا چاہے تو حکم یہ ہے کہ تمام اولاد کو برابر برابر دے، لڑکیوں کا حصہ بھی اتنا ہی رکھے جتنا لڑکوں کو دے۔ یہ افضل و بہتر ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ میراث کے قانون کے مطابق ہر لڑکے کو دو لڑکی کے برابر حصہ دے مثلاً صورت مسئولہ میں نو حصے کرے ان میں سے دو، دو حصے ہر لڑکے کو دے اور ایک ایک حصہ ہر لڑکی کو۔ یہ جائز ہے۔

عبدالمنان اپنے اور اپنی بیوی کی رہائش کے لیے مکان میں جتنا حصہ رکھنا چاہتا ہیں رکھ لے باقی کو اپنی اولاد ذکور واناث میں اوپر کی تفصیل کے مطابق بانٹ دے یعنی چاہے تو افضل و بہتر طریقے کے مطابق تقسیم کرے اور چاہے تو قانونِ میراث کے مطابق، جو جائز ہے، عمل کرے۔ درمختار، شامی، فتاویٰ رضویہ وغیرہ میں ایسا ہی ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

نماز پڑھو صحت مند رہو گے

از: مولانا محمد اسلم رضا

ورزشیں نہ صرف اندرونی اعضا مثلاً دل، گردے، جگر، پھیپھڑے، دماغ، آنتوں، معدہ، ریڑھ کی ہڈی، گردن، سینہ اور تمام اقسام کے غدود (GLANDS) کی نشوونما کرتی ہیں بلکہ جسم کو بھی سڈول اور خوبصورت بناتی ہیں۔ ایسی ورزشیں بھی ہیں جن کے ذریعے آدمی غیر معمولی طاقت کا مالک بن جاتا ہے اور ایسی بھی ہیں جن سے چہرے کے نقش ونگار خوبصورت اور حسین نظر آنے لگتے ہیں۔ بڑی عمر کا آدمی ہر ورزش نہیں کرسکتا لیکن نماز ایک ایسا عمل ہے جس پر ہر بندہ آسانی کے ساتھ عمل پیرا ہوسکتا ہے۔ عمر کے ساتھ ساتھ آدمی کی وریدیں (VEINUS)، شریانیں (ARTERIES) اور عضلات کی طاقت کم ہوجاتی ہے اور ان کے اندر ایسے مادے پیدا ہوجاتے ہیں جن کی وجہ سے بے شمار امراض لاحق ہونے لگتے ہیں مثلاً گٹھیا، عرق النساء، امراضِ قلب، ہائی بلڈ پریشر اور بے شمار دوسرے دماغی امراض۔ ان بے شمار بیماریوں سے نجات پانے کے لیے نماز ہمارے لیے قدرت کا ایک بہترین علاج ہے۔ ورزش کا یہ اصل اصول ہے کہ اگر آپ کسی ورید، شریان یا کسی اور مخصوص عضو کی سختی کو دور کرنا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے جسم کو بالکل ڈھیلا چھوڑ دیجیے پھر اس حصۂ جسم میں تناؤ پیدا کیجیے اور کچھ دیر تناؤ کی حالت برقرار رکھنے کے بعد جسم کو پھر ڈھیلا چھوڑ دیجیے۔

ماہرینِ ورزش نے ورزش کے اصول وضوابط اور ورزش کے لیے نشستیں بھی متعین کی ہیں۔ ہم یہ بات جان چکے ہیں کہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز ادا کرنے کے طریقے میں وہ سب سمودیا ہے جس کی نوعِ انسانی کو ضرورت ہے خواہ وہ ذہنی یکسوئی ہو، آلام ومصائب سے نجات پانا ہو، غیب کی دنیا میں سفر ہو، اللہ تعالیٰ کا عرفان حاصل کرنا ہو یا جسمانی صحت ہو، نماز مجموعۂ اوصاف وکمال ہے۔ آیئے تلاش کریں کہ نماز اور ہماری صحت کا آپس میں کیا تعلق ہے۔

ہائی بلڈ پریشر کا علاج

نماز قائم کرنے کے لیے ہم سب سے پہلے وضو کا اہتمام کرتے ہیں۔ وضو کے دوران جب ہم اپنا چہرہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھوتے ہیں پیروں اور سر کا مسح کرتے ہیں تو ہمارے اندر دوڑنے والے خون کو ایک نئی زندگی ملتی ہے جس سے ہمیں سکون ملتا ہے اور تسکین سے ہمارا سارا اعصابی نظام متاثر ہوتا ہے۔ پرسکون اعصاب سے دماغ کو آرام ملتا ہے۔ اعضائے رئیسہ سر، پھیپھڑے، دل اور جگر وغیرہ کی کارکردگی بحال ہوتی ہے۔ ہائی بلڈ پریشر کم ہوکر نارمل ہوجاتا ہے۔ چہرے پر رونق اور ہاتھوں میں رعنائی اور خوبصورتی آجاتی ہے۔ وضو کرنے سے اعصاب کا ڈھیلا پن ختم ہوجاتا ہے۔ آنکھیں پرکشش ہوجاتی ہیں۔ سستی اور کاہلی دور ہوجاتی ہے۔ آپ کبھی بھی تجربہ کرسکتے ہیں۔ ہائی بلڈ پریشر کے مریض کو وضو کرائیں بلڈ پریشر کم ہوجائے گا۔

گٹھیا کا علاج

جب ہم وضو کرنے کے بعد نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو پہلے ہمارا جسم ڈھیلا ہوتا ہے لیکن جب نماز کی نیت کے لیے ہاتھ اٹھاتے ہیں تو قدرتی طور پر جسم میں تناؤ پیدا ہوجاتا ہے۔ اس حالت میں آدمی کے اوپر سے سفلی جذبات کا زور ٹوٹ جاتا ہے۔ سیدھے کھڑے ہونے میں ام الدماغ سے روشنیاں چل کر ریڑھ کی ہڈی سے ہوتی ہوئی پورے اعصاب میں پھیل جاتی ہیں۔ یہ بات سب جانتے ہیں کہ جسمانی صحت کے لیے ریڑھ کی ہڈی کو ایک ممتاز مقام حاصل ہے اور عمدہ صحت کا دارومدار ریڑھ کی ہڈی کی لچک پر ہے۔ نماز میں قیام کرنا گھٹنوں، ٹخنوں اور پیروں سے اوپر پنڈلیوں، پنجوں اور ہاتھ کے جوڑوں کو قوی کرتا ہے۔ گھٹیا کے درد کو ختم کرتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ جسم سیدھا رہے اور ٹانگوں میں خم (ٹیڑھا پن) واقع نہ ہو۔

جگر کے امراض

جھک کر رکوع میں دونوں ہاتھ اس طرح گھٹنوں پر رکھے جائیں کہ کمر بالکل سیدھی رہے اور گھٹنے جھکے ہوئے نہ ہوں۔ اس عمل سے معدے کو قوت پہنچتی ہے، نظامِ ہضم درست ہوتا ہے، قبض دور ہوتا ہے، معدے کی دوسری خرابیاں نیز آنتوں اور پیٹ کے عضلات کا ڈھیلا

پن ختم ہوجاتا ہے۔رکوع کا عمل جگر اور گردوں کے افعال کو درست کرتا ہے۔اس عمل سے کمر اور پیٹ کی چربی کم ہوجاتی ہے۔خون کا دوران تیز ہوجاتا ہے۔چوں کہ دل اور سر ایک سیدھ میں ہوجاتے ہیں اس لیے دل کے لیے خون کو سر کی طرف پمپ (PUMP) کرنے میں آسانی ہوجاتی ہے اور اس طرح دل کا کام کم ہوجاتا ہے اور اسے آرام ملتا ہے جس سے دماغی صلاحیتیں اُجاگر ہونے لگتی ہیں۔

اگر تسبیح **سبحان ربی العظیم** پر غور کر کے تین سے سات بار تک پڑھی جائے تو مراقبے کی سی کیفیت پیدا ہونے لگتی ہے۔دورانِ رکوع ہاتھ چوں کہ نیچے کی طرف ہوتے ہیں اس لیے کندھوں سے لے کر ہاتھ کی انگلیوں تک پورے حصے کی ورزش ہوجاتی ہے جس سے بازو کے پٹھے (Muscles) طاقت ور ہوجاتے ہیں جو فاسد مادے بڑھاپے کی وجہ سے جوڑوں میں جمع ہوتے ہیں، ازخود خارج ہوجاتے ہیں۔

پیٹ کم کرنے کے لیے

رکوع کے بعد سیدھے کھڑے ہوکر سجدے میں جاتے ہیں۔ سجدے میں جانے سے پہلے ہاتھ زمین پر رکھے جاتے ہیں۔ یہ عمل ریڑھ کی ہڈی کو مضبوط اور لچک دار بناتا ہے اور خواتین کے اندرونی اعصاب کو تقویت بخشتا ہے۔اگر رکوع کے بعد سجدے میں جانے کی حالت میں جلدی نہ کی جائے تو یہ اندرونی جسمانی اعضا کے لیے ایک نعمتِ غیر مترقبہ ورزش ثابت ہوتی ہے۔سجدے کی حالت ایک ورزش ہے جو رانوں کے زائد گوشت کو گھٹاتی ہے اور جوڑوں کو کھولتی ہے۔اگر کولہوں کے جوڑوں میں خشکی آجائے یا چکنائی کم ہوجائے تو اس عمل سے یہ کمی پوری ہوجاتی ہے اور بڑھا ہوا پیٹ کم ہوجاتا ہے۔متناسب پیٹ سے جسم سڈول اور خوب صورت لگتا ہے۔

السر کا علاج

جن لوگوں کے معدے میں جلن رہتی ہے اور زخم (Ulcer) ہوتا ہے تو صحیح سجدے کے عمل سے یہ مرض ختم ہوجاتا ہے۔سجدے میں پیشانی زمین پر رکھی جاتی ہے اس عمل سے دماغ کے اندر دوڑنے والی برقی رو سے براہِ راست اہم رشتہ ہوجاتا ہے اور دماغ کی طاقت میں کئی گنا اضافہ ہوجاتا ہے۔

جملہ دماغی بیماریاں

خشوع وخضوع کے ساتھ دیر تک سجدہ کرنا دماغی امراض کا علاج ہے۔دماغ اپنی ضرورت کے مطابق خون سے ضروری اجزا حاصل کر کے فاسد مادوں کو خون کے ذریعے گردوں کو واپس بھیج دیتا ہے تاکہ گردے انہیں پیشاب کی شکل میں باہر نکال دیں۔سجدے سے اٹھتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ سر جھکا ہوا ہو اور بازو سیدھے رہیں اور ان میں قدرے تناؤ ہو۔اٹھتے وقت ران پر ہتھیلیاں بھی رکھیں۔کمر کو بھی (کب) کی طرح اوپر اٹھائیں اور آہستہ سے کھڑے ہوجائیں یا بیٹھ جائیں۔

چہرے پر جھریاں

ریڑھ کی ہڈی میں حرام مغز بجلی کا ایک ایسا تار ہے جس کے ذریعے پورے جسم کو حیات ملتی ہے۔سجدہ کرنے سے خون کا بہاؤ جسم کے اوپری حصوں کی طرف ہوجاتا ہے جس سے آنکھیں، دانت اور چہرہ سیراب ہوتا رہتا ہے اور رخساروں پر سے جھریاں دور ہوجاتی ہیں۔یادداشت صحیح کام کرتی ہے، فہم وفراست میں اضافہ ہوجاتا ہے، آدمی کے اندر تفکر کرنے کی عادت پڑ جاتی ہے، بڑھاپا دیر تک نہیں آتا۔سوسال کی عمر تک بھی آدمی چلتا پھرتا رہتا ہے اور اس کے اندر ایک برقی رو دوڑتی رہتی ہے جو اعصاب کو تقویت پہنچانے کا سبب بنتی ہے۔صحیح طریقے پر سجدہ کرنے سے بندنزلہ، ثقلِ سماعت اور سر درد جیسی تکلیفوں سے نجات مل جاتی ہے۔

جنسی امراض

دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا (جلسہ) گھٹنوں اور پنڈلیوں کو مضبوط بناتا ہے۔اس کے علاوہ رانوں میں جو پٹھے اللہ تعالیٰ نے افزائشِ نسل کے لیے بنائے ہیں ان کو ایک خاص قوت عطا کرتا ہے۔ مردانہ اور زنانہ کمزوریاں دور ہوجاتی ہیں تاکہ انسان کی نسلیں دماغی اور جسمانی اعتبار سے صحت مند پیدا ہوں۔

سینے کے امراض

نماز کے اختتام پر سلام پھیرتے ہیں۔گردن پھیرنے کے عمل سے گردن کے عضلات کو طاقت ملتی ہے اور وہ امراض جن کا تعلق ان عضلات سے ہے، لاحق نہیں ہوتے اور انسان ہشاش بشاش اور توانا رہتا ہے نیز سینہ اور ہنسی کا ڈھیلا پن ختم ہوجاتا ہے، سینہ چوڑا اور بڑا ہوجاتا ہے۔ان سب ورزشوں کا فائدہ اس وقت پہنچتا ہے جب ہم نماز پوری توجہ اور دل جمعی اور اس کے پورے آداب کے ساتھ ادا کریں اور جلد بازی سے کام نہ لیں۔

(.....)

اسلام کیا ہے؟

تحریر: ڈاکٹر عبدالکریم زیدان/ترجمہ: مظہر حسین علیمی

اسلام کی کئی تعریفیں کی جاسکتی ہیں ان میں سے چند یہ ہیں۔

پہلی تعریف: حدیثِ جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہے کہ آپ ایک اَعرابی کی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سوال کے لیے تشریف لائے۔ سوال کا مقصد یہ تھا کہ حاضرین سن کر اپنے دینی اُمور کی معلومات حاصل کریں۔ حدیثِ پاک میں ہے: فَاَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِسْلَامِ یعنی آپ مجھے اسلام کے بارے میں بتایئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تو اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور نماز پڑھے، زکوٰۃ دے، رمضان کے روزے رکھے اور خانۂ کعبہ کا حج کرے اگر تو وہاں جاسکے۔

معلوم ہوا کہ اسلام یہی ہے جو اس حدیث پاک میں مذکور ہوا اس کی مزید وضاحت آئندہ سطور میں آپ ملاحظہ کریں گے۔ ان شاء اللہ

دوسری تعریف: سارے جہاں کے رب اللہ عزوجل کے حضور سر جھکا دینا اور اس کے احکام کا مطیع و فرماں بردار ہونا۔ اطاعت و فرماں برداری کا اختیاری ہونا شرط ہے اس میں جبر و اکراہ کا عمل دخل نہ ہو کیوں کہ رب العالمین کے حضور جبری طور پر جھکنا تمام مخلوقات کو دیکھتے ہوئے عام بات ہے اس میں ثواب و عذاب نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اَفَغَیْرَ دِیْنِ اللّٰہِ یَبْغُوْنَ وَلَہٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ کَرْهًا وَّ اِلَیْهِ یُرْجَعُوْنَ. (سورۂ آل عمران: آیت/۸۳)

ترجمہ: تو کیا اللہ کے دین کے سوا اور دین چاہتے ہیں اور اسی کے حضور گردن رکھتے ہیں جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں خوشی سے اور مجبوری سے اور اسی کی طرف پھریں گے۔ (کنزالایمان)

چنانچہ ہر مخلوق اللہ کے حضور اور اس کے قانون کے سامنے اپنے وجود، بقا اور فنا میں سرافگندہ ہے اور اس جبری اطاعت و انقیاد میں انسان دوسری مخلوقات کی طرح ہے لیکن وہ انقیاد و اطاعت جو اختیاری ہو یہی اسلام کا جوہر ہے جس کا انسان سے مطالبہ ہے اور اسی پر جزا وسزا کا عمل مرتب ہوگا۔ اس کا مظہر یہ ہے کہ انسان کامل رضا اور قبولیت کے جذبے سے سرشار ہو کر قانونِ الٰہی کے سامنے جھک جائے جس میں کوئی قید، شرط اور چوں و چرا نہ ہو۔ اس صورت میں اسلام کا معنی یہ ہوا کہ اسلام وہ دین ہے جو اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہے اسی دین کی وحی اللہ عزوجل نے اپنے رسولوں کی طرف فرمائی اور رسولانِ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اسی کو لوگوں تک پہنچایا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (آل عمران: آیت/۱۹)

ترجمہ: بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔ (کنزالایمان)

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (آل عمران: آیت/۸۵)

ترجمہ: اور جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں زیاں کاروں سے۔ (کنزالایمان)

وَمَنْ یُّسْلِمْ وَجْهَهٗۤ اِلَی اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی وَ اِلَی اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ (سورۂ لقمان: ۲۲)

ترجمہ: اور جو اپنا منہ اللہ کی طرف جھکا دے اور ہو نیکوکار تو بیشک اس نے مضبوط گرہ تھامی اور اللہ ہی کی طرف ہے سب کاموں کی انتہا (کنزالایمان)

وَوَصّٰی بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ بَنِیْهِ وَیَعْقُوْبُ یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰی لَکُمُ الدِّیْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ

ترجمہ: اور اسی دین کی وصیت کی ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوب نے کہ اے میرے بیٹو! بیشک اللہ نے یہ دین تمہارے لیے چن لیا تو نہ مرنا مگر مسلمان۔ (کنزالایمان)

اَمْ کُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ یَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْقَالَ لِبَنِیْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَکَ وَ اِلٰهَ اٰبَآئِکَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَهٗ

مُسۡلِمُوۡنَ o

ترجمہ: بلکہ تم میں کے خود موجود تھے جب یعقوب کو موت آئی جبکہ اس نے اپنے بیٹوں سے فرمایا میرے بعد کس کی پوجا کرو گے بولے ہم پوجیں گے اسے جو خدا ہے آپ کا اور آپ کے والدوں ابراہیم و اسمٰعیل و اسحاق کا ایک خدا اور ہم اس کے حضور گردن رکھے ہیں۔
(سورۂ بقرہ: آیت/۱۳۲،۱۳۳)

جس دین کو اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے رب کے پاس سے لائے اس کے لیے لفظ ''اسلام'' خاص فرمایا اور کامل انقیاد جس میں کوئی قید اور شرط نہ ہو اسی انقیاد سے انسان کا مطیع ہونا اختیاری طور پر ہوتا ہے یہی جوہر اسلام ہے جیسا کہ ابھی ہم نے ذکر کیا تھا۔ اسلام کے اسی خاص معنی میں اللہ وحدہ لاشریک کا یہ ارشاد ہے: اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَرَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا (سورۂ مائدہ) ترجمہ: آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔ (کنز الایمان)

اس صورت میں اسلام کی تعریف اس کے خاص معنی میں ہوگی اور لفظ اسلام بولنے پر ایک خاص معنی مطلوب ومقصود ہوگا وہ یہ ہے کہ اختیاری طور پر اللہ رب العالمین کے حضور گردن رکھنا اور اس کا مظہر اللہ عزوجل کے اس قانون کی پیروی ہے جسے اس نے اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی فرمائی اور آپ کو لوگوں تک اُسے پہنچادینے کا حکم فرمایا۔

تیسری تعریف: اسلام ایک ہمہ گیر آئین اور نظام ہے جو حیات کے تمام اُمور اور انسان کے اُس طرز معاشرت کو محیط ہے جو اللہ کے رسول اپنے رب کی طرف سے لائے اور جس کی تبلیغ کا حکم اللہ نے آپ کو دیا اور جس کے اتباع کو ثواب اور ترک پر سزا کا ترتب ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمَنۡ یَّبۡتَغِ غَیۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِیۡنًا فَلَنۡ یُّقۡبَلَ مِنۡہُ وَھُوَ فِی الۡاٰخِرَۃِ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ۔ ترجمہ:

لہٰذا دین یہاں ان معانی کو متضمن اور ان کے غیر کو مستلزم ہے جنہیں میں نے ذکر کیا ہے۔

چوتھی تعریف: اسلام احکام کے اس مجموعے کا نام ہے جو اللہ رب العزت نے اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل فرمائے یعنی عقائد، اخلاق، عبادات و معاملات، قرآنی خبریں اور سنت مطہرہ، انہی احکام کو لوگوں تک پہنچانے کا حکم آپ کو دیا گیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: یٰۤاَیُّھَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ وَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَتَہٗ وَاللّٰہُ یَعۡصِمُکَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھۡدِی الۡقَوۡمَ الۡکٰفِرِیۡنَ (سورۂ مائدہ آیت: ۶۸)

ترجمہ: اے رسول پہنچادو جو کچھ اُترا تمہیں تمہارے رب کی طرف سے اور ایسا نہ ہو تو تم نے اس کا کوئی پیام نہ پہنچایا اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے بے شک اللہ کافروں کو راہ نہیں دیتا۔ (کنز الایمان)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو اتارا گیا وہ قرآن کریم اور سنت ہے اور انہی دو میں وہ تمام احکام موجود ہیں، جن کا ابھی سطور بالا میں ذکر ہوا اس کو دین اور اسلام کہتے ہیں۔

پانچویں تعریف: اسلام اُن تین سوالات کا صحیح صحیح جواب دینے کا نام ہے جن سوالات نے انسانی عقل کو قدیم وجدید میں مشغول کر رکھا ہے، جو ہر انسان کی فکر پر وارد ہوتے ہیں جب وہ خلوت میں ہو اور قلب دنیاوی اُمور میں سرگرداں ہو یا کسی جنازہ کے ساتھ جارہا ہو یا قبروں کی زیارت کرے۔ وہ سوالات درج ذیل ہیں:

۱) ہم کہاں سے آئے؟
۲) ہم کیوں آئے؟
۳) ہمارا انجام کیا ہوگا؟

مذکورہ بالا سوالات کے صحیح جوابات وہی ہیں جن کی خبر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے انہی خبروں اور تفصیلات کے مجموعے کا نام اسلام ہے۔ پہلے سوال کے بارے میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے: یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اِنۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ رَیۡبٍ مِّنَ الۡبَعۡثِ فَاِنَّا خَلَقۡنٰکُمۡ مِّنۡ تُرَابٍ ثُمَّ مِنۡ نُّطۡفَۃٍ ثُمَّ مِنۡ عَلَقَۃٍ ثُمَّ مِنۡ مُّضۡغَۃٍ مُّخَلَّقَۃٍ وَّ غَیۡرِ مُخَلَّقَۃٍ لِّنُبَیِّنَ لَکُمۡ وَ نُقِرُّ فِی الۡاَرۡحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ثُمَّ نُخۡرِجُکُمۡ طِفۡلًا ثُمَّ لِتَبۡلُغُوۡۤا اَشُدَّکُمۡ وَ مِنۡکُمۡ مَّنۡ یُّتَوَفّٰی وَ مِنۡکُمۡ مَّنۡ یُّرَدُّ اِلٰۤی اَرۡذَلِ الۡعُمُرِ لِکَیۡلَا یَعۡلَمَ مِنۡۢ بَعۡدِ عِلۡمٍ شَیۡئًا (سورۂ حج آیت ۵)

ترجمہ: اے لوگو اگر تمہیں قیامت کے دن جینے میں کچھ شک ہو تو یہ غور کرو کہ ہم نے تمہیں پیدا کیا مٹی سے پھر پانی کی بوند سے پھر خون کی پھٹک سے پھر گوشت کی بوٹی سے نقشہ بنی اور بے بنی تاکہ ہم

تمہارے لیے اپنی نشانیاں ظاہر فرمائیں اور ہم ٹھہرائے رکھتے ہیں ماؤں کے پیٹ میں جسے چاہیں ایک مقرر میعاد تک پھر تمہیں نکالتے ہیں بچہ پھر اس لیے کہ تم اپنی جوانی کو پہنچو اور تم میں کوئی پہلے ہی مرجاتا ہے اور کوئی سب میں نکمی عمر تک ڈالا جاتا ہے کہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے اور تو زمین کو دیکھے مرجھائی ہوئی پھر جب ہم نے اس پر پانی اتارا تروتازہ ہوئی اور ابھر آئی اور ہر رونق دار جوڑا اُگالائی۔(کنزالایمان)

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا (سورہ الانسان آیت ۱۔۲)

ترجمہ: بے شک آدمی پر ایک وقت وہ گزرا کہ کہیں اس کا نام بھی نہ تھا، بے شک ہم نے آدمی کو پیدا کیا ملی ہوئی منی سے کہ وہ اسے جانچیں تو اسے سنتا دیکھتا کر دیا۔(کنزالایمان)

ایک اور مقام پر فرماتا ہے: فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ يَّخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَ التَّرَآئِبِ (سورۃ القیامہ الآیت ۳۷)

ترجمہ: تو چاہیے کہ آدمی غور کرے کہ کس چیز سے بنایا گیا۔ جست کرتے پانی سے، جو نکلتا ہے پیٹھ اور سینوں کے بیچ سے۔(کنزالایمان)

قرآن کریم کی یہ اور ان جیسی دوسری آیات واضح طور پر بیان کرتی ہیں کہ انسان کچھ نہ تھا، معدوم تھا تو اسے اللہ عزوجل نے مٹی سے پیدا فرمایا پھر اس کی نسل کو بے وقعت اور حقیر پانی (منی) سے بنایا اُس طریقے پر جیسا ان آیات میں ذکر ہوا۔ انسان اول حضرت آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تخلیق مٹی سے ہوئی اور آپ کی اولاد کو نطفے سے بنایا گیا۔

دوسرے سوال کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (سورۃ الذاریات آیت ۵۶)

ترجمہ: اور میں نے جن اور آدمی اتنے ہی لیے بنائے کہ میری بندگی کریں۔(کنزالایمان)

لفظِ عبادت معرفتِ الٰہی، محبتِ الٰہی اور انسان کے لیے اس کے بنائے ہوئے قوانین کی اتباع کو شامل ہے تاکہ نفسِ انسانی مکمل ہو اور انسان اپنے نفس کو اس کے معیار کے مطابق بلند کر سکے اور دنیا و آخرت میں حقیقی سعادت سے بہرہ ور ہو سکے۔ انسان اللہ کی عبادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے اس کا ایک وسیع مفہوم ہے۔

تیسرے سوال کے متعلق اللہ جل شانہ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے: يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ (سورۃ الانشقاق:۶)

ترجمہ: اے آدمی بے شک تجھے اپنے رب کی طرف یقینی دوڑنا ہے پھر اس سے ملنا۔(کنزالایمان)

اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (سورۃ الروم آیت:۱۱)

ترجمہ: اللہ پہلے بناتا ہے پھر دوبارہ بنائے گا پھر اس کی طرف پھروگے۔(کنزالایمان)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (سورۃ الزمر: آیت،۷)

ترجمہ: پھر تمہیں اپنے رب ہی کی طرف پھرنا ہے تو وہ تمہیں بتادے گا جو تم کرتے تھے(کنزالایمان)

وَ اَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى (سورۃ النجم آیت:۴۲)

ترجمہ: اور یہ کہ بیشک تمہارے رب ہی کی طرف انتہا ہے۔(کنزالایمان)

مذکورہ بالا آیات کریمہ مرنے کے بعد انسان کے انجام کو بتا رہی ہیں وہ یہ ہے کہ انسان کو اپنے خالق کی بارگاہ میں لوٹنا ہے وہ انسان کو دنیا میں کیے ہوئے اعمال کا بدلہ عطا فرمائے گا، اللہ رب العزت انسان کو اس جگہ داخل فرمائے گا جو اس کے لائق ہوگی۔ اگر انسان نے (دنیا میں) اللہ عزوجل کی عبادت کرکے اپنے نفس کو (کفر و شرک کی نجاستوں سے) صاف وستھرا کرلیا ہوگا اور پاکیزہ لوگوں میں شامل ہو گیا ہوگا تو اس کا ٹھکانہ ''دارالطیبین''، یعنی جنت میں ہوگا اگر انسان نے (دنیا میں) اپنے نفس کو معصیت و نافرمانی سے آلودہ کیا ہوگا اور نفس کی خباثت کے ساتھ فوت ہوا ہوگا تو اس کا ٹھکانہ دارالخبیثین یعنی جہنم میں ہوگا۔

چھٹی تعریف: اسلام انسان کی حقیقی روح ہے۔ اسلام ایک نور ہے جو انسان کو اس کی زندگی کی شاہ راہ پر رہنما ہے۔ اسلام انسانی امراض کے لیے کامل شفا ہے۔ اسلام ایک سیدھا راستہ ہے۔ اس سیدھے راستے پر چلنے والا گمراہ نہ ہوگا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِىْ مَا الْكِتٰبُ وَ لَا الْاِيْمَانُ وَ لٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِىْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا وَ اِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ. صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِىْ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ اَلَاۤ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ (سورۃ الشوریٰ آیت۵۲)

ترجمہ: اور یونہی ہم نے تمہیں وحی بھیجی ایک جان فزا چیز اپنے حکم سے اس سے پہلے نہ تم کتاب جانتے تھے نہ احکام شرع کی تفصیل ہاں ہم نے اسے نور کیا جس سے ہم راہ دکھاتے ہیں اپنے بندوں سے جسے چاہتے ہیں اور بیشک تم ضرور سیدھی راہ بتاتے ہو۔ اللہ کی راہ کہ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں، سنتے ہو! سب کام اللہ ہی کی طرف پھرتے ہیں۔ (کنز الایمان)

اور ارشاد فرمایا: وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (سورۃ الاسراء۸۲)

ترجمہ: اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لیے شفا اور رحمت ہے۔ (کنز الایمان)

دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے: قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّ شِفَآءٌ. (سورہ فصلت آیت۴۴)

ترجمہ: تم فرماؤ وہ ایمان والوں کے لیے ہدایت اور شفا ہے (کنز الایمان)

اس سے واضح ہوا کہ یہ اسلام کی ان صفات کے ساتھ تعریف ہے جو اسلام سے جدا نہیں ہوتیں۔ اسی لیے اس کے دوسرے اوصاف سے بھی اسلام کی تعریف کی جا سکتی ہے۔ مثلاً اسلام دینِ فطرت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِىْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ☆ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ. (سورۃ الروم آیت:۳۰)

ترجمہ: تو اپنا منھ سیدھا کرو اللہ کی اطاعت کے لیے ایک اکیلے اسی کے ہو کر اللہ کی ڈالی ہوئی بِنا جس پر لوگوں کو پیدا کیا اللہ کی بنائی چیز نہ بدلنا۔ یہی سیدھا دین ہے مگر بہت لوگ نہیں جانتے۔ (کنز الایمان)

اسلام کی تعریف میں یہ جملے بھی کہے جا سکتے ہیں۔

اسلام دینِ توحید ہے۔ اسلام علم کا دین ہے۔ اسلام عدل ومساوات کا مذہب ہے۔ کیوں کہ یہ معانی اسلام میں بدرجہ اتم موجود ہیں جن کی طرف اسلام بلاتا ہے اور اپنے ماننے والوں کی ان اوصاف کو اپنانے کی تاکید بھی کرتا ہے۔

اسلام کی دیگر تعریفات: یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ جو تعریفیں ہم نے ذکر کی ہیں وہ اسلام کو شامل ہیں اور یہ بطور مثال ہے حصر مقصود نہیں ہے کیوں کہ اسلام کی دوسری تعریفیں مختلف عبارات میں ممکن ہے اور اس سے کوئی چیز مانع بھی نہیں ہے جب کہ تعریف کا مضمون صحیح ہو اور اسلام کے معنی پر فٹ ہوتا ہو اور جب کہ تعریف کے الفاظ واضح اور صحیح ہوں کسی قسم کا التباس، خفا اور اشتباہ نہ ہو۔ دوسری بات یہ بھی یاد رکھنے کی ہے کہ جتنی تعریفیں ہم نے ذکر کی ہیں سب صحیح ہیں ان میں باہم تضاد اور اختلاف نہیں ہے اس لیے کہ ہر تعریف دوسری تعریف کے معانی کو مستلزم اور شامل ہے۔ ہاں باہم الفاظ کا اختلاف ہے، معانی میں اختلاف نہیں ہے اور اس قدر اختلاف تعریفات کے مضمون میں یکسانیت ہونے میں مؤثر نہیں ہے۔

مختلف تعریفات کا مقصد: اسلام کی مختلف تعریفات بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ داعی کے علم میں اسلام کی تعریف کے اتنے جملے ہوں کہ انہیں مدعو کے مناسبِ حال اختیار کر سکے یعنی مدعو کے فہم، تہذیب وثقافت، علم اور فطرت کی سلامتی کے مطابق ہو۔۔۔۔

لہٰذا وہ شخص جو فلسفے کی موشگافیوں میں حیران و پریشان ہو اور اُمور اس پر مشتبہ ہو گئے ہوں اس کے مناسبِ حال یہ ہے کہ جب وہ اسلام کے بارے میں سوال کرے تو اسے اسلام کی پانچویں تعریف بتائی جائے کہ انسانی ذہن پر وارد ہونے والے سوالات کا صحیح صحیح جوابات دینے کا نام اسلام ہے یعنی ہم کہاں سے آئے؟ کیوں آئے اور ہمارا انجام کیا ہوگا؟ اور جو شخص قانون اور علوم معاشرت میں مصروف ہو وہ جب اسلام کے بارے میں سوال کرے تو اس کے سامنے اسلام کی تیسری تعریف پیش کی جائے۔ یوں ہی جب غیر مسلم کو اسلام کی دعوت دی جائے تو اُسے اسلام کی پہلی تعریف بتائی جائے کہ اسلام یہ ہے کہ تو اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ یہ تعریف معنی ومفہوم کے اعتبار سے دیگر تمام تعریفات کے معانی پر مشتمل اور محیط ہے۔

❁......❁

حافظ ملت

جس کی تحریک نے برصغیر میں انقلاب برپا کردیا

از: صادق رضا مصباحی

حافظ ملت، اشرفیہ اور مصباحی۔ میں ان تینوں لفظوں سے اس وقت سے آشنا ہوں جب میں ان کے معانی بھی نہیں جانتا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ میں نے حافظ ملت کی بارگاہ سے کسب فیض بھی کیا ہے اور اشرفیہ جیسی درس گاہ سے شعور وآگہی کے کچھ موتی بھی چنے ہیں۔ جماعتِ اہلِ سنت کی پوری تاریخ میں جو کام تن تنہا حافظ ملت، اشرفیہ اور مصباحیوں نے کیا اور کر رہے ہیں اس سے انکار حقائق سے چشم پوشی ہوگی۔ حافظ ملت کی خدمات کی کئی جہات ہیں اور ہر جہت اتنی روشن اور منور ہے کہ اس پر ہزاروں صفحات تحریر کیے جاسکتے ہیں۔ میں تو کہتا ہوں کہ حافظ ملت ایک انقلابی شخصیت کا نام ہے اور اشرفیہ ایک انقلابی مرکز ہے جس نے افکار کے زاویے بدلے، صحیح رخ پر سوچنے سمجھنے پر آمادہ کیا، تنظیمی شعور عطا کیا، مثبت اور سنجیدہ فکر بخشی اور ملت اسلامیہ کے لیے کچھ کر گزرنے کا جذبہ عطا کیا۔ برصغیر ہندو پاک میں ہزاروں مدارس قائم ہیں مگر ان میں جو امتیاز، اعتبار، اہمیت اور معنویت اس وقت الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کو حاصل ہے وہ دو چار مدارس کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو حاصل نہیں۔ کوئی مانے یا نہ مانے مگر میں بڑے فخر اور دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ آج ہندوستان کا شاید ہی کوئی چھوٹا یا بڑا سے بڑا مدرسہ ہو جہاں بالواسطہ یا بلا واسطہ اشرفیہ کے فیض یافتہ اساتذہ موجود نہ ہوں۔ حافظ ملت کی خدمات کے تعلیمی اثرات آج ہندوستان میں اہل سنت کے ہر چھوٹے بڑے مدرسے میں دیکھنے کو ملتے ہیں۔ ہندوستان میں ہزاروں مدارس ہیں اور ہر سال وہاں سے لاکھوں کی تعداد میں طلبہ فارغ ہوتے ہیں ان میں باکمال اور باصلاحیت طلبہ کی جتنی زیادہ تعداد اشرفیہ کے فارغ شدہ طلبہ کی ہوتی ہے اکثر وبیشتر دوسرے مدارس میں یہ مقدار آٹے میں نمک کے برابر ہوتی ہے۔

حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کی سب سے اہم خصوصیت جو میرے نزدیک ان کی تمام خوبیوں پر حاوی ہے اور جس خصوصیت نے انہیں حافظ ملت بنا دیا ہے وہ ان کا شخصیت سازی کا فن ہے۔ یہ فن کتنا مشکل ہے اہل نظر جانتے ہیں مگر حضور حافظ ملت کردار سازی اور شخصیت سازی میں اپنی مثال آپ ہیں۔ میرا اپنا شخصی نظریہ ہے کہ تاج محل کی تعمیر جتنی آسان ہے شخصیت اور حقیقی انسان کی تعمیر اتنی ہی مشکل ہے مگر حافظ ملت نے یہ مشکل کام بہت حسنِ اسلوبی سے کر دکھایا ہے اور آج ان کے بنائے ہوئے کردار اور سنواری ہوئی شخصیتیں دوسروں کو بنا سنوار کر انہیں مستقبل کے لیے تیار کر رہی ہیں۔ اگر میں صرف ناموں کی فہرست مرتب کرنے بیٹھوں تو ایک ضخیم دفتر درکار ہوگا۔

حافظ ملت کی نگاہِ کیمیا کا ہی اثر ہے کہ آج فاضلانِ اشرفیہ تقریباً ہر شعبۂ حیات میں سبقت لے جا رہے ہیں۔ گزشتہ دس سالوں سے جس تیزی سے فاضلانِ اشرفیہ عصری اداروں کا رخ کر رہے ہیں اس نے ہمارے حریفوں کو سوچنے پر مجبور کر دیا ہے۔ یہ دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ اگلے پچیس سالوں میں یہ ہمارے علما یونیورسٹیز اور کالجز کے علاوہ ملک کے دیگر اہم عہدوں پر بھی نظر آئیں گے ان شاء اللہ۔ آج علی گڑھ اور دہلی کے مختلف اداروں سمیت ملک کی دیگر یونیورسٹیوں میں فاضلانِ اشرفیہ مختلف کورسیز میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں میں تو بانگ دہل کہتا ہوں کہ یقیناً یہ ایک بڑے انقلاب کی دھمک ہے۔ ہم لوگ دعوے تو بہت کرتے ہیں اور اپنی تقریر وتحریر میں بار بار اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ اسلام ہر شعبۂ حیات کی نمائندگی کرتا ہے ہمیں ہر شعبے میں جانا چاہیے اور بار بار امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس تعلیمی نکتے کو بطور حوالہ پیش کیا جاتا ہے کہ مختلف کاموں کے لیے مختلف افراد تیار کیے جانا چاہیے۔ مگر کتنے لوگ ہیں جنہوں نے اس سمت عملی اقدام کیا؟۔ ہمارے اکابر علما اس بات کا شکوہ بھی کرتے ہیں کہ دنیا دار حلقوں اور مختلف شعبوں میں ہماری نمائندگی نہیں ہو رہی جس سے ہمیں مختلف محاذ پر کافی نقصان اٹھانا پڑ رہا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ شکوے شکایات کب تک؟ اس سمت کوشش کیوں نہیں کی جاتی۔ دیکھا تو یہ بھی گیا ہے کہ ان میں سے بعض حضرات نے یونیورسٹی کی طرف جانے والے

طلبہ کو طعن وتشنیع کا بھی نشانہ بنایا ہے اوران پر دین سے دوری کا بھی لیبل چسپاں کیا ہے۔اس سمت میں اولیت کا سہرا بھی فاضلانِ اشرفیہ کے سرسجتا ہے۔انہوں نے امام احمد رضا کے اس فرمان کو عملی طور سے برتنے کی حتی الامکان کوشش کی اور کررہے ہیں۔اب وہ عصری تقاضوں اور زمانے کے مزاج کو سمجھ کر عصری تعلیم سے خود کو آراستہ کررہے ہیں۔ان کی دیکھا دیکھی بعض دو چار بڑے مدارس کے طلبہ بھی اب عصری اداروں کا رخ کررہے ہیں۔

اگر میں یہ کہوں کہ گزشتہ دس سالوں میں اہلِ سنت و جماعت میں جو تحریری اور فکری انقلاب آیا ہے وہ سب کا سب اشرفیہ کا مرہون منت ہے تو بالکل قرین صداقت ہوگا۔اس حقیقت کا اعتراف اگر کسی کو نہیں ہے تو نہ ہو لیکن یہ ایک سچائی ہے اور یہ سچائی اپنے تو اپنے غیروں کی بھی زبان پر ہے۔اہل سنت و جماعت کے زیادہ تر مصنفین اشرفیہ اور حافظ ملت کے فیض یافتہ ہیں اور انہیں کے افکار کے خوشہ چیں ہیں۔عصری مسائل، معاصر رجحانات، موجوہ تقاضوں پر گہرائی و گیرائی کے ساتھ نظر رکھنا اور انہیں حل کر کے امت مسلمہ کی صحیح رہنمائی کے فریضے کی انجام دہی کا زیادہ تر حصہ بلاواسطہ یا بالواسطہ فیض یافتگانِ اشرفیہ کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔

کون نہیں جانتا کہ درسِ نظامی کی کتابیں برسوں تک ہمارے مذہبی حریفوں کے مکتبوں سے شائع ہوتی رہیں اور ظلم بالائے ظلم یہ ہوا کہ ان حضرات نے علمائے اہل سنت کے حواشی کو تو شائع کیا مگر ان کے نام شائع نہ کیے اور انہیں اپنے مکتبِ فکر کا نمائندہ ثابت کرنے کی کوشش کی اور پھر خراب طباعت اور گھٹیا کاغذ اس پر مستزاد۔برسوں تک ہمارے علما اور طلبہ انہیں کتابوں سے استفادہ کرنے پر مجبور تھے اور طلبہ انہیں کتابوں کو پڑھ کر اپنی پوری طالب علمانہ زندگی گزار دیتے تھے۔یہ ہمیں معلوم ہی نہ تھا کہ درسِ نظامی کی کتابوں کے مصنف اوران کے حواشی کے مصنفین ہمارے علمائے اہل سنت ہی ہیں یا اگر معلوم بھی تھا تو کسی میں اتنی ہمت نہ تھی کہ اس رخ پر سوچنے کی زحمت کرتا اور اس طوفان پر بند لگانے کی کوشش کرتا۔اس موضوع پر سب سے پہلے سنجیدگی سے اہل اشرفیہ نے سوچنا شروع کیا مجلس برکات کا قیام اسی سوچ کا عملی اظہار ہے یہاں سے اب تک درس نظامی کی تقریباً سبھی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔جن مصنفین و حاشیہ نگاران کا نام چھپا دیا گیا تھا ان کا نام شائع کیا گیا جن کتابوں پر علمائے اہل سنت کے حواشی نہیں تھے ان پر علمائے اشرفیہ نے حواشی لکھے۔مجلس برکات نے بالکل جدید انداز میں درسی کتابیں شائع کر کے مخالفین کو چونکا دیا۔ یہ کتابیں عرصے سے شائع ہو رہی ہیں اور ملک کے طول وعرض میں پھیلے مدارس کے طلبہ اور اساتذہ ان سے استفادہ کررہے ہیں۔جو درسی کتابیں ہمارے علما کی نہیں ہیں حافظ ملت کے یہ ریزہ خوار اسی طرز اور اس معیار کی کتابیں لکھ رہے ہیں اور مجلس برکات انہیں شائع کررہی ہے۔اہل سنت کی تاریخ میں یہ ایسا اقدام ہے جسے کسی طور فراموش نہیں کیا جاسکتا یہ ایک ایسا تاریخ ساز اقدام ہے جس کی مثال دور دور تک نظر نہیں آتی۔

ملک میں جہاں کہیں بھی اسلام اور تعلیماتِ اسلام کے خلاف کوئی طوفان بدتمیزی کھڑا ہوتا ہے تو سب سے پہلے بالواسطہ یا بلاواسطہ اشرفیہ سے فیض پانے افراد ہی سامنے آتے ہیں اور اس کا منہ توڑ جواب دیتے ہیں۔اسلام وسنیت کا کوئی بھی مسئلہ ہو فیض یافتگان اشرفیہ حافظ ملت کا فیض مجسم بن کر سامنے آتے ہیں اور امت مسلمہ کی قیادت ورہنمائی کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔جامعہ اشرفیہ اس وقت ہندوستان میں اہل سنت کا نمائندہ ادارہ ہے اور امام احمد رضا قادری بریلوی کا ترجمان۔فکر رضا کی اشاعت میں اشرفیہ کا کردار آبِ زر سے لکھے جانے کے لائق ہے۔صرف ہندوستان ہی نہیں بلکہ بیرون ہند بھی حافظِ ملت کا کرم ابر رحمت بن کر برس رہا ہے۔حافظ ملت کے تلامذہ یا تلامذہ کے تلامذہ جہاں جہاں پہنچے میر کارواں بنے اور پوری بستی کو متاثر کر گئے اور آج بھی حافظ ملت کی بارگاہ سے فیض پانے والے علم وشعور اور فکر وفن کی جو دولت اپنے دامن میں سمیٹ کر لاتے ہیں وہ دونوں ہاتھوں سے مٹھی بھر بھر کر تقسیم کرتے ہیں۔

یہ اکیسویں صدی کی گیارہویں دہائی ہے اس میں نئے نئے رجحانات جنم لے چکے ہیں اور ترقی کی چکا چوندھ نے بڑے بڑے تقوی شعاروں کی بھی آنکھیں چندھیا دی ہیں اگر میرا خون معاف کیا جائے تو میں کہوں کہ اب زمانہ روایتی مولوی بننے کا نہیں ہے بلکہ صحیح معنوں میں عالم دین بننے، حالات کو سمجھنے اسی کے مطابق خود کو تیار کرنے اور اس کی روشنی میں امتِ مسلمہ کی ضرورتوں کی تکمیل کرنے کا ہے۔دین کا تصور مسجد، مدرسہ، نیاز، فاتحہ، عرس، میلاد، چادر، گاگر، چلہ، جلوس اور نذرانے تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ دین تو ایک مکمل شعبۂ حیات کا نام ہے۔قرآنِ کریم زندگی کے ہر ہر شعبے میں ہماری رہنمائی کرتا ہے لہٰذا صرف مسجد ومدرسے تک خود کو محصور کر کے اور بقیہ

دوسرے شعبۂ حیات کوشعوری یا غیر شعوری طور پر نظر انداز کر کے نہ تو امتِ مسلمہ کی صحیح رہ نمائی کی جاسکتی ہے اور نہ ہی کوئی قوم صحیح معنوں میں اس وقت سرخرو ہوسکتی ہے۔ یہ المیہ ہی ہے کہ ہم نے تقریروں اورتحریروں کے ذریعے یہ نعرہ تو خوب بلند کیا مگر عملاً اس سے دور ہی رہے اور اگر کسی نے اس سمت بڑھنے کی کوشش کی تو بعض لوگوں کے ''جذبۂ ایمانی'' نے اس قدر جوش مارا کہ انہیں اپنوں کی صف سے نکال کر دوسروں کی صف میں کھڑا کر دیا۔ مجھے یہ کہتے ہوئے بڑی خوشی محسوس ہورہی ہے کہ سب سے پہلے فاضلانِ اشرفیہ نے ہی اس روایت کی چادر تار تار پھینکی، وسعتِ نظری سے عملی میدان میں قدر رکھا اور وہ اس وسعت نظری کے ساتھ اپنی خدمات اور کاوشوں کی حدود اربعہ میں توسیع کررہے ہیں۔ مسلک اعلیٰ حضرت یعنی مسلک اہل سنت وجماعت کی تبلیغ ودعوت کے لیے اب وہ نئے نئے طریقۂ کار واسالیب بروئے کار لانے کے لیے کوشاں ہیں اور یہ فاضلان اشرفیہ انہیں مقاصد کے تحت مختلف سمتوں میں کام کررہے ہیں یا کام کے لیے خودکوتیار کررہے ہیں۔

ایک وقت وہ تھا کہ عصری اداروں میں صرف غیروں کے طلبہ ہی تعلیم حاصل کرتے تھے ہمارے اداروں کے طلبہ وہاں جانے کی سوچ بھی نہیں سکتے تھے مگر اب الحمدللہ ہمارے طلبہ نہ صرف یہ کہ وہاں جارہے ہیں بلکہ ہر میدان میں ان سے فوقیت لے جانے کی کوشش بھی کررہے ہیں۔ علما کی یہ نسل نئے حالات کوزیادہ بہتر ڈھنگ سے سمجھ رہی ہے اور اسی کے مطابق خودکوتیار کررہی ہے، ان میں فاضلان اشرفیہ نمائندہ اور ممتاز ترین حیثیت کے حامل ہیں۔

حافظ ملت نے اپنی آنکھوں میں جوخواب سجا کر اشرفیہ کا پودا لگایا تھا آج وہ تناور درخت بن کر پھل دینے لگا ہے اور اس پھل کے بیج سے اور بھی درخت وجود میں آ کر پھل پھول دینے لگے ہیں جن سے ایک پورا عالم معطر اور مشک بار ہے۔ حافظ ملت صرف ایک نام یا شخصیت کا نام نہیں بلکہ ایک تحریک کا نام ہے اور ایک ایسی انجمن کا نام ہے جو رشک صد انجمن ہے۔ حافظ ملت کی شخصیت ایک چراغ کی مانند ہے جس سے بلا مبالغہ ہزاروں چراغ جل اٹھے اور جل رہے ہیں اور ان چراغوں سے نور کشید کرنے کا سلسلہ برابر جاری وساری ہے۔ حافظ ملت کے تلامذہ ،ان تلامذہ کے تلامذہ اوران کی بارگاہ کے خوشہ چینوں نے عملی طور پر اسلام کے تصور کووسیع معنی پہنایا اوراسی کے مطابق عمل کرنے کی دعوت دے رہے ہیں حالاں کہ ان کی یہ روش بعض لوگوں کوہضم نہیں ہورہی ہے مگر کھانا ہضم نہ ہونے سے بھوک تو نہیں مٹائی جاسکتی۔ میں نے سابقہ سطور میں عرض کیا کہ اسلام کی خدمت صرف روزہ نماز کی تلقین کرنے کا نام نہیں ہے۔ بلکہ خدمت وتبلیغ اسلام اس پورے معنی ومطلب کو حاوی ہے، جو اسلام کا معنی ومطلب سمجھا جاتا ہے۔ مسلمان بلکہ ہر انسان کی ہر سمت میں رہنمائی کرنا اوران کی دینی اور ہر جائز دنیوی ضرورت کی تکمیل کرنا خدمت اسلام کے دائرے میں داخل ہے۔ حافظ ملت کے یہ فیض یافتہ اورانہیں کے فکر بردوش مذہب کے اسی روایتی اور خود ساختہ حدود وتصور سے باہر نکل کر سوچ رہے ہیں اور دوسروں کوسوچنے کی دعوت دے رہے ہیں۔ امت مسلمہ کی بروقت اورصحیح رہنمائی بھی خدمت اسلام کے اہم ترین فریضے میں داخل ہے۔ ہندوستان کی حد تک ہم بلاتردد کہہ سکتے ہیں کہ فاضلانِ اشرفیہ اس کار خیر میں سب سے آگے آگے ہیں۔

حافظ ملت کا قول ہے کہ زمین کے اوپر کام زمین کے نیچے آرام۔ نیز ایک قول ہے ہر مخالفت کا جواب کام ہے۔ فیض یافتگان اشرفیہ نے ان دومقولوں کوخصوصیت کے ساتھ حرزِ جاں بنا کر رکھا ہے اور وہ اردگرد کی مخالفت سے بے پرواہو کر اپنی پرواز جاری رکھے ہوئے ہیں۔

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور بڑا بافیض ادارہ ہے حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے خوابوں کی تعبیر یہ اشرفیہ پورے برصغیر میں جس اعتبار ووقار کا حامل ہے وہ کسی دوسرے کوحاصل نہیں حتیٰ کہ غیر بھی یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ بریلویوں (اہل سنت وجماعت) کا سب سے بڑا ادارہ مبارک پور میں ہے۔ حافظ ملت نے بلا شبہ ایک عہد کو متاثر کیا ہے ایک زریں تاریخ رقم کی ہے اور ایک زبردست تعلیمی تنظیمی ،فکری انقلاب برپا کیا ہے۔ یہ انہیں کی فیض نگاہ کا اثر ہے کہ اس وقت جس باشعور، بلند فکری، سنجیدگی، کشادہ ظرفی اور غیر معمولی صلاحیتوں کے ساتھ فاضلان اشرفیہ اہل سنت وجماعت اور چودہویں صدی کے مجدد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ کے ارشادات ونظریات کے ابلاغ وارسال میں لگے ہیں وہ لائق رشک بھی ہے اور قابل تقلید بھی۔ موجودہ زمانے کو دین کی ترجمانی کے لیے جس طرح کے فضلا کی ضرورت ہوتی ہے اشرفیہ ان کی یہ ضرورت پوری کردیتا ہے۔ یہ حضور حافظ ملت کا فیضان ہی ہے کہ آج بھی اشرفیہ کا طالب علم فکری سطح پر دوسرے مدارس کے طلبہ سے کہیں زیادہ بلند ہے۔ اس کے لیے یہاں باقاعدہ کوئی کلاس

روم نہیں بنایا گیا ہے یا کسی استاذ کو مقرر نہیں کیا گیا ہے بلکہ یہ حافظ ملت کی روحانیت ہے جو طلبہ کو لاشعوری طور پر متحرک، بیدار مغز، وسیع النظر اور بلند فکر بناتی ہے اور جب یہ طلبہ میدانِ عمل میں قدم رکھتے ہیں تو زندگی کے پورے سفر میں حافظ ملت کا فیضان زادِ راہ بن کر ان کی معنوی امداد و نصرت کا سامان فراہم کرتا ہے۔

الحمد للہ! آج بھی اشرفیہ باشعور اور باصلاحیت افراد پیدا کرنے والا ادارہ ہے اور جس تیزی سے اس کا قافلہ علم و فن کر آگے بڑھ رہا ہے اور مختلف شعبوں میں اپنے فرزندوں کو بھیج رہا ہے ایسا لگتا ہے کہ مستقبل میں بھی فاضلانِ اشرفیہ ایک نئی تاریخ مرتب کرنے کے لیے فکر مند ہیں اور اس کے لیے خود کو ابھی سے تیار کر رہے ہیں۔ موجودہ دور صحافت و تحریر کا دور ہے جو اس سے منہ موڑے گا وہ خود کو تاریخ کے پردے میں ہمیشہ کے لیے چھپا لے گا اور مستقبل کا مؤرخ اس کو کبھی معاف نہیں کرے گا مگر اشرفیہ اور اہل اشرفیہ نے اس ضرورت کی شدت کو بہت پہلے سے محسوس کر لیا تھا مگر پچھلے قریب دس سالوں سے اشرفیہ کے کیمپس میں تحریر و قلم کی جو بہار آئی ہے وہ یقیناً انقلابِ نو کی نوید ہے۔ میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اس وقت پورے ہندوستان میں اہل سنت و جماعت کے مدارس کو تحریر و قلم کے معاملے میں اشرفیہ کے مقابل نہیں کھڑا کیا جا سکتا۔

قصہ مختصر حافظ ملت نے اشرفیہ قائم فرما کر جس طرح سے قوم کی ضرورت کو پورا کیا ہے وہ قیامت تک بھلایا نہ جا سکے گا۔ اپنے استاذ حضور صدر الشریعہ کے وسیلے سے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کا جو جامِ فیضان حافظ ملت نے نوش کیا تھا یہ سب اسی کا صدقہ ہے اور اسی چمن رضا کی بہار کا تازہ جھونکا۔ اللہ تعالیٰ یہ چمن ہمیشہ سلامت رکھے۔

……

مالیگاؤں میں یک روزہ سنی اجتماع

۷؍اپریل کو عالمی تحریک سنی دعوت اسلامی کے زیر اہتمام اے ٹی ٹی ہائی اسکول کے گراؤنڈ پر منعقدہ سنی اجتماع میں مفکر اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی صاحب قبلہ (جنرل سکریٹری ورلڈ اسلامک مشن) نے فرمایا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھوں میں قرآن دیا تھا اور زندگیوں کو قرآن کے سانچے میں ڈھال دیا تھا۔ دنیا ان قرآن سے نگاہ موڑ سکتی ہے جو غلافوں میں ہیں مگر اس سے نہیں جو زندگیوں میں نظر آتا ہے۔ علامہ موصوف نے فرمایا کہ قوم مسلم پسماندگی کی بدترین سطح پر ہے جس کی بنا پر ہم اپنے خالق کو بھی نہیں پہچان سکے اور نہ ہی حقائق کائنات کا ادراک کر سکے۔ اگر اب بھی ہم نے علم کی راہوں پر قدم نہیں بڑھایا تو عنقریب ہم دنیا کے نقشے سے غائب ہو جائیں گے۔ حضرت موصوف فرمایا کہ ہمیں ردائے جہل اتار پھینکنی ہوگی ساتھ ہی ساتھ دیگر قوموں کے مقابل دوہری محنت کرنی ہوگی۔ اس لیے قوم مسلم کو چاہیے کہ وہ دینی علوم بھی حاصل کرے اور عصری علوم بھی تا کہ دنیا امن کا گہوارہ بن سکے۔ حضور مفکر اسلام نے فرمایا کہ مالیگاؤں میں پہلی مرتبہ ۴۵ سال قبل آمد ہوئی تھی تب سے یہ سلسلہ دراز ہے مگر اس دورانیے میں نمایاں فرق یہ ہے کہ ماضی میں دینی مذہبی جلسوں میں بوڑھے بزرگ مسلمان ہی آیا کرتے تھے مگر آج کے اجتماع میں نوجوانوں کی کثرت اس بات کی غماز ہے کہ سنی دعوت اسلامی کی تحریک مؤثر ثابت ہو رہی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر سنی دعوت اسلامی صرف کلمہ پڑھانے کی تحریک ہوتی تو میں اس کا ساتھ ہرگز نہ دیتا مگر سنی دعوت اسلامی حرکت و عمل کی تحریک ہے۔ علامہ موصوف سے قبل امیر سنی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا حافظ وقاری محمد شاکر علی نوری صاحب قبلہ نے ''زمین'' کے عنوان پر فکر انگیز خطاب فرمایا۔ آپ نے اپنے خطاب میں جا بجا قرآنی آیات کے حوالے پیش فرمائے۔ آپ نے فرمایا کہ جب کوئی اللہ کا نیک بندہ انتقال کرتا ہے تو زمین چالیس دن روتی ہے اور جب کوئی گناہ گار مرتا ہے تو زمین چالیس روز تک اللہ عزوجل کا شکر ادا کرتی ہے کہ اے اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے اس سے نجات عطا فرمائی۔ قائد تحریک نے فرمایا کہ آج مسلمانوں کے پیروں کے نیچے سے زمین کھسک رہی ہے وجہ یہ ہے کہ ہم نے زمین پر انسانیت کی فلاح و بہبود کے کاموں کو بند کر دیا ہے۔ زمین انسانی وجود کے بوجھ کو اس وقت تک برداشت کرتی ہے جب تک وہ اللہ کی فرمانبرداری کرتا ہے اور نافرمانی کرنے پر وجودِ انسانی زلزلوں اور سونامیوں کی نذر ہو جاتا ہے۔ **اُم شاکر دواخانے کا افتتاح:** اجتماع سے قبل حضور امیر سنی دعوت اسلامی کی والدۂ محترمہ سے منسوب دواخانۂ ام شاکر کا افتتاح امیر سنی دعوت اسلامی کے ہاتھوں عمل میں آیا۔ نگراں سنی دعوت اسلامی مولانا سید محمد امین القادری صاحب نے اس ضمن میں فرمایا کہ یہ دواخانہ امدادی ہوگا جس میں غریبوں و مسکینوں کا علاج و معالجہ کیا جائیگا۔ **مدرسۂ اہل سنت منیرہ کا افتتاح:** سنی دعوت اسلامی کے زیر اہتمام شہر مالیگاؤں میں شعبۂ مدارس کے تحت مدرسوں کا ایک مضبوط نیٹ ورک موجود ہے جس میں نونہالان قوم کو تعلیمات قرآنی اور احادیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے آراستہ کیا جاتا ہے۔ الحمد للہ تعالیٰ درجۂ عالمیت کے لیے حضور امیر سنی دعوت اسلامی کے دستِ حق سے مدرسۂ اہلسنت منیرہ کا افتتاح بھی عمل میں آیا۔ ☆**علامہ شاکر علی نوری چوک کا افتتاح:** بعد نماز مغرب مرکز اہل سنت جامع مسجد یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، گلشن چشت میں ''حافظ وقاری علامہ شاکر علی نوری چوک'' کا افتتاح حضور مفکر اسلام کے ہاتھوں عمل میں آیا۔ اس عظیم الشان پروگرام میں شہر و بیرون شہر سے حفاظ عظام و علمائے کرام اور ہزاروں کی تعداد میں نوجوانوں نے شرکت کی۔ (**رپورٹ**: عطاء الرحمٰن نوری)

اردو ادب کے فروغ میں تصانیف رضا کا حصہ

از: محمد شہاب الدین مصباحی

اردو برصغیر کی ایک متمول اور شیریں زبان ہے جو تقریباً ہر خطے میں بولی اور سمجھی جاتی ہے اس زبان کی ابتدا اس وقت ہوئی جب حضرت سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمہ نے پنجاب کو فتح کر کے غزنی حکومت میں شامل کرلیا اور مختلف وسائل سے رفتہ رفتہ اس کا فروغ ہوتا گیا یہاں تک کہ یہ دنیا کی ترقی یافتہ زبانوں میں شمار کی جانے لگی اس کی ترقی اور شہرت کو دیکھتے ہوئے ماہرین نے اس کے بولنے اور سمجھنے کے لیے کچھ اصول اور قواعد وضع کر دیئے۔ اب اردو صرف اردو نہیں رہ گئی بلکہ ان قواعد وضوابط کی رعایت کے ساتھ اس کا استعمال رائج ہوا تو اس کی شیرینی اور لطافت میں مزید اضافہ ہوگیا اور ایک مستقل فن کی حیثیت سے اس کو لوگ جاننے لگے اور کچھ عرصہ بعد معاندین اس کو مسلمانوں کی شناخت بنا کر اس کے ساتھ سوتیلا برتاؤ کرنے لگے، اردو ادب کے فروغ میں بہت سے ذرائع نے حصہ لیا مگر علمائے کرام اور مدارس اسلامیہ کا اس میں کلیدی رول رہا ہے۔ خاص کر ان کی اردو تصانیف سے اردو کو بہت فروغ ملا علمائے کرام اردو زبان میں لٹریچر اور کتابیں تصنیف کرتے رہے اور اردو کا فروغ ہوتا رہا۔

۱۲۷۲ھ مطابق ۱۸۵۶ء میں میدان تصنیف وتالیف کے شہ سوار امام احمد رضا مجدد اسلام بن کر اس خاک دان گیتی پر جلوہ افروز ہوئے ۱۴ر سال میں علوم دینیہ کی تکمیل کے بعد عربی و اردو زبان میں اپنے قلم کو حرکت دی اور ۱۳۴۰ھ تک تقریباً ایک ہزار رسائل جواباتی اور کتابیں تصنیف کر ڈالیں ان کی اردو تصانیف سے مقصود زبان کا فروغ ہرگز نہیں تھا بلکہ ان کا مطمح نظر تبلیغ دین، احقاق حق اور ابطال باطل تھا مگر یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ ان کی تصانیف سے اردو کو جتنا فروغ ہوا اس کے لیے ایک لمبا عرصہ درکار ہے آپ نے کتابیں لکھ لکھ کر جہاں عقائد اہل سنت وجماعت کو عام کیا وہیں پر اردو کو بھی رائج کیا، آپ کے لٹریچر ہند و پاک کے خطوں میں شائع ہو رہے ہیں اور فروغ دین کے ساتھ رواج اردو کا کام بھی انجام دے رہے ہیں، تصانیف اعلیٰ حضرت کو لوگوں میں وہ قبولیت عام حاصل ہوئی جو کسی مصنف کو حاصل نہ ہوسکی کیوں کہ ان کی تحریروں میں جہاں شگفتگی وچاشنی پائی جاتی ہے وہیں پر دینی جذبہ ملی ہم دردی کا عنصر بھی وافر مقدار میں رہتا ہے، امام احمد رضا کو زبان وبیان پر بے پناہ قدرت تھی اس لیے ان کا پیرایہ بیان مختلف کتابوں میں مختلف ہے آپ نے کبھی ادب کی تخلیق کا قصد نہیں کیا بلکہ اپنے افکار کو عوام الناس میں عام کرنے کی کوشش کی ہے مگر ان کی خداداد صالحیت کو داد دینی ہوگی کہ آپ نے اپنی تصنیفات سے ادبی اسلوب کا ایک نیا باب کھول دیا۔ تحریر کی روانی کا حال یہ ہے کہ جیسے سیل رواں، سرعت ورفتار کا عالم یہ ہے کہ جس موضوع پر قلم اٹھایا لکھتے چلے گئے، ادبی چاشنی اور زور بیاں سطر سطر سے عیاں ہوتا ہے، ان کی تصانیف میں جا بجا وہ الفاظ مستعمل ہیں جن کو اگر ان میں استعمال نہیں کیا گیا ہوتا تو وہ کب کے متروک ہو گئے ہوتے، یہی حال محاورات کا بھی ہے انہوں نے اردو زبان میں ہزاروں محاورات استعمال کیے ان کا شاہ کار فقہی انسائیکلوپیڈیا ''العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ'' ہے جو بارہ جلدوں کو محیط ہے ان میں اردو کے وہ قابل قدر شہ پارے ہیں جن کو اردو کی خدمت کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اب وہ کتابچوں کی شکل میں شائع ہو چکے ہیں جن سے ہر کس وناکس استفادہ کر سکتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اپنے افکار کی ترویج کے لیے اردو زبان کو استعمال کر کے اردو پر بہت بڑا احسان کیا ہے لہٰذا جس طرح ان کے نظریے اور فکر نے فروغ پایا اسی طرح ان کی تصانیف سے بھی اردو نے ترقی کی۔ انہوں نے اردو نثر نگاری کو ایک نیا بانکپن عطا کیا اور اپنے متنوع انداز بیاں سے اس کو پر کیف اور دل نشیں بنا دیا چند مثالیں پیش خدمت ہیں جن سے واضح ہو جائے گا کہ اعلیٰ حضرت کی تحریروں نے اردو ادب میں کیا مقام پایا ہے۔

(ا) اہل اسلام انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام واولیا سے یہی استعانت کرتے ہیں، جو اللہ عزوجل سے کیجیے تو اللہ اور اس کا رسول

غضب فرمائیں اور اسے اللہ عزوجل کی شان میں بے ادبی ٹھہرائیں اورحق تو یہ ہے کہ اس استعانت کے معنی اعتقاد کر کے جناب الٰہی عز وعلا سے کرے تو کافر ہوجائے مگر وہابیہ کی بدعقلی کو کیا کہیے نہ اللہ کا ادب نہ رسول سے خوف نہ ایمان کا پاس خواہی نخواہی اس استعانت کو ''ایاک نستعین،، میں داخل کر کے جواللہ عزوجل کے حق میں محال قطعی ہے اسے اللہ تعالیٰ سے خاص کیے دیتے ہیں۔

ایک وہابی بے وقوف نے کہا تھا:

وہ کیا ہے جونہیں ملتا خدا سے
جسے تم مانگتے ہو اولیا سے

فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے کہا:

توسل کر نہیں سکتے خدا سے
اسے ہم مانگتے ہیں اولیا سے

(برکات الامداد لاہل الاستمداد، ص:۴ برکاتی پبلشرز کراچی)

(۲) جب وہ یہ دعا فرماتے اور ان کے سننے والے نے انہیں ضیائے تابندہ ومہر درخشندہ ونور الٰہی کہا پھر اس جناب کے نور ہونے میں مسلمان کو کیا شبہ رہا؟ حدیث ابن عباس میں ہے کہ ان کا نور چراغ وخورشید پر غالب آتا ہے اب خدا جانے غالب آنے سے کیا مراد ہے کہ ان کی روشنیاں اس کے حضور پھیکی پڑ جاتیں جیسے چراغ پیش ماہتاب یا یکسر ناپید و کالعدم ہو جاتیں جیسے ستارے حضور آفتاب۔ (نفی الفئ عمن بنورہ انار کل شئ، ص:۱۴، ادارہ افکار حق، بائسی پورنیہ)

یوں تو آپ کی بہت سی تصانیف نے اردو کے فروغ کا کام کیا لیکن ان میں سے آپ کا اردو ترجمۂ قرآن خاص اہمیت کا حامل ہے انداز بیان اختصار وجامعیت اور شگفتہ بیانی کے لحاظ سے قرآن پاک کے اردو تراجم میں سب سے بڑھ کے ہے آپ کا یہ ترجمہ قرآن اگرچہ محض ترجمہ ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ قرآن فہمی کے لیے عصر حاضر کی بڑی بڑی ضخیم تفاسیر سے زیادہ مفید اور مؤثر ہے، آپ کے ترجمہ سے قرآن کی مراد اور اس کا مقصود واضح ہو جاتا ہے، سلاست اور روانی سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ گویا یہ ایک ترجمہ نہیں بلکہ مستقل کتاب ہے، جو حسن نظم قرآن میں ہے ترجمہ اس کا آئینہ دار ہے بیان کا جوزیر وبم قرآنی آیت میں ہے اس کی جھلک ترجمہ میں بدرجۂ اتم موجود ہے، اس ترجمہ سے بھی اردو کا کافی فروغ ہوا۔ آپ نے مختصر لفظوں میں اس طرح ترجمہ کیا ہے کہ کہیں کہیں ترجمہ آیت سے مختصر لفظوں میں پورا ہو گیا ہے اور کسی لفظ کا معنی بھی نہیں چھوٹا ہے جیسے: ''اِذَا الشَّمۡسُ كُوِّرَتۡ وَاِذَا النُّجُوۡمُ انۡكَدَرَتۡ وَاِذَا الۡجِبَالُ سُيِّرَتۡ وَاِذَا الۡعِشَارُ عُطِّلَتۡ وَاِذَا الۡوُحُوۡشُ حُشِرَتۡ وَاِذَا الۡبِحَارُ سُجِّرَتۡ وَاِذَا النُّفُوۡسُ زُوِّجَتۡ وَاِذَا الۡمَوۡءٗدَةُ سُئِلَتۡ بِاَىِّ ذَنۡۢبٍ قُتِلَتۡ.،،

ترجمہ: جب دھوپ لپیٹی جائے اور جب تارے جھڑ پڑیں اور جب پہاڑ چلائے جائیں اور جب تھلکی اونٹنیاں چھوٹی پھریں اور جب وحشی جانور جمع کیے جائیں اور جب سمندر سلگائے جائیں اور جب جانوں کے جوڑ بنیں اور جب زندہ دبائی ہوئی سے پوچھا جائے کس خطا پر ماری گئی۔

کتنے اختصار جامعیت اور سلاست کے ساتھ ترجمہ کیا ہے اس میں کمال یہ ہے کہ مفہوم کی وضاحت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ خلاصہ یہ کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا ترجمۂ قرآن اردو ادب کے محاسن سے لبریز اور حشو وزائد سے منزہ ہے۔

امام احمد رضا ایک دقاق عالم اور بلند پایہ مصنف ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم شاعر بھی تھے، ہر بحر میں آسانی سے شعر نظم کرنے والے امام احمد رضا نے اپنی تمام تر شاعرانہ صلاحیت عشق رسول پر نچھار کر دی تھی اور کبھی کسی دنیوی منفعت یا امیر ورئیس کو خوش کرنے کی خاطر شعر رقم نہیں کیا، زبان وبیان پر بے پناہ قدرت رکھنے والے اس عظیم شاعر نے کبھی اپنی شاعری پر فخر نہیں کیا۔ ؎

رہا نہ شوق کبھی مجھ کو سیر دیواں سے
ہمیشہ صحبت ارباب شعر سے ہوں نفور
نہ اپنے کاموں سے تضیع وقت کی فرصت
نہ اپنی وضع کے قابل کہ اس میں ہوں مشہور

آپ کا نعتیہ دیوان حدائق بخشش بہت مشہور ہے بہت شوق سے پڑھا جاتا ہے، خاص کر آپ کا سلام، قصیدۂ معراجیہ اور مناجات ان کی شہرت ومقبولیت عام ہو چکی ہے۔ امام احمد رضا کی نعتوں کی دل کشی حسن اور سوز یگانہ ہے انہوں نے اس صنف سخن کو ایک نیا طریقہ عطا کیا ہے کہ نعت گوئی صرف نعت گوئی کی حیثیت سے مت کرو بلکہ حب نبی میں سرشار ہو کر مدح خوانی کرو، انہوں نے اسی راہ پر چل کر نعت گوئی کی، انہوں نے ایسی ایسی نعتیں لکھیں جو فکر وفن، اظہار و ابلاغ، جذب وشوق اور تاثیر وتاثر کے اعتبار سے اردو ادب کے لیے

بے مثال سرمایہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ان کی نعتوں میں علوم وفنون کا بے بہا ذخیرہ اور اس پر عشق رسول کی دولت نے ان کی نعتوں کی مقبولیت کو اوج ثریا پر پہنچایا ہے،اگر ان کے نعتیہ دیوان کے الفاظ اکٹھا کیے جائیں تو ایک لغت کی کتاب تیار ہوسکتی ہے۔ان کا نعتیہ کلام ادبی محاسن کے ساتھ ساتھ عشق کی دولت سے اس قدر مالا مال ہے کہ جس محفل میں گن گنایا جاتا ہے تو سننے والا وجد میں آئے بغیر نہیں رہتا ان کا یہ دیوان اتنا مقبول ہوا کہ اس کا عربی ایڈیشن بھی ''صفوۃ المدیح'' اور ''بساتین الغفر ان'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔اردو ادب کے فروغ میں ان کے نعتیہ دیوان کا کلیدی رول ہے، جس کو اردو ادب کی تاریخ میں فراموش نہیں کیا جاسکتا چند اشعار ملاحظہ ہوں جن سے انداز بیان، شکوہ الفاظ، حسن ادب، سلاست وروانی کا بہ خوبی اندازہ ہوجائے گا۔

ظاہر و باطن اول و آخر زیب فروع و زین اصول
باغ رسالت میں ہے تو ہی گل غنچہ، جڑ، پتی، شاخ
اے خار طیبہ دیکھ کہ دامن نہ بھیگ جائے
یوں دل میں آ کہ دیدۂ تر کو خبر نہ ہو
مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں
میں نثار تیرے کلام پر ملی یوں تو کس کو زباں نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیاں ہے جس کا بیاں نہیں
انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

اردو ادب کے فروغ میں تصانیف رضا کا ایک وافر حصہ رہا ہے انہوں نے ابلاغ وترسیل کے لیے اردو زبان کا انتخاب کیا اور اس میں کتابیں اور اشعار لکھ کر اردو کے لیے بہت عظیم کارنامہ انجام دیا ہے، تصانیف رضا کی بدولت ملک کے بیش تر حصوں میں اردو کو فروغ ملا ہے، آپ کی غزلیں ادب کے لیے گراں مایہ خصوصاً اس تناظر میں کہ یہ اس وقت کی شاہ کار ہیں جب اردو زبان تجرباتی حدوں سے گزر رہی تھیں ان کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے۔رضا بریلوی کی شاعری زبان کی شگفتگی اور بیان کی دل نشینی کے لحاظ سے اردو شعرا کی تثلیث سے کسی طرح کم نہیں الفاظ کا بیش بہا خزانہ ان کے پاس موجود تھا، زبان و بیان اور روز مرہ محاورات کے استعمال پر حضرت امام احمد رضا کو جو کامل دسترس حاصل ہے اس کا اندازہ اردو شعر وادب سے دل چسپی رکھنے والے حضرات ہی بہ خوبی لگا سکتے ہیں۔

ان تمام کے باوجود بھی حضرت امام احمد رضا کو وہ ادبی مقام نہیں دیا جاسکا جس کے وہ مستحق ہیں آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ ہمارے ادبی معاشرہ میں مولانا اور ٹوپی، داڑھی والا ہونا شاید جرم ہے اور اتنا بڑا جرم ہے کہ سارے ادبی محاسن اس میں دب کر رہ جاتے ہیں، امام احمد رضا کے ساتھ بھی یہ تعصّبانہ رویہ اختیار کیا گیا ورنہ اس میں کوئی شک نہیں کہ ملک سخن کے شاہی کا تاج امام احمد رضا ہی کو جچتا ہے۔

❁......❁

ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی کو ڈگری تفویض

مالیگاؤں کے نوجوان شاعر و ادیب ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی کو ان کے مقالے ''مصطفیٰ رضا نوری بریلوی کی نعتیہ شاعری کا تحقیقی مطالعہ'' پر ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر مراٹھواڑہ یونیورسٹی اورنگ آباد نے پی۔ایچ۔ڈی۔کی ڈگری تفویض کی ہے۔ڈاکٹر موصوف نے یہ مقالہ ڈاکٹر شرف النہار (صدر اردو رفیق زکریا کالج فور ویمین اورنگ آباد) کی نگرانی میں مکمل کیا۔موصوف نے پی ایچ ڈی سے قبل یو.جی سی کے زیر اہتمام ہونے والے NET میں بھی کامیابی حاصل کی تھی۔نثر اور نظم دونوں میں لکھتے ہیں ان کی سات مطبوعات منظر عام پر آچکی ہیں۔آپ کا نعتیہ دیوان ''ایوان بخشش'' بھی منظر عام پر آچکا ہے۔اس موقع پر تنظیم نوجوانان اہل سنت اورنگ آباد کی جانب سے استقبالیہ تقریب میں ڈاکٹر مشاہد رضوی کو نقد انعام، مومنٹو اور توصیفی سند بنام ''حجۃ الاسلام ایوارڈ'' ڈاکٹر راشد علی خان کے ہاتھوں دیا گیا۔تحریک سنی دعوت اسلامی کی طرف سے ڈاکٹر موصوف کی خدمت میں بہت بہت مبارک باد پیش ہے۔(ادارہ)

اُمت محمدیہ خیر الامم کیوں؟

پیش کش: عبدالکریم نجمی

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو خیر الاُمم کے جلیل القدر لقب سے سرفراز کیا جا رہا ہے کہ جتنی بھی اُمتیں آج تک صفحۂ ہستی پر ظاہر ہوئی ہیں ان سب سے تم بہتر ہو کیوں کہ تمہاری زندگی کا مقصد بڑا پاکیزہ، بہت بلند ہے۔ تم اس لیے زندہ ہو اور اس لیے کوشاں ہو کہ حق کا بول بالا ہو، ہدایت کی روشنی پھیلے، گمراہی کی ظلمت کافور ہو، باطل کا طلسم ٹوٹے اور اخلاقِ حسنہ کو قبولیت حاصل ہو۔ وہ حیوانی رسم و رواج جنھوں نے طاقتور کو ظالم اور چیرہ دست اور کمزور کو مظلوم و فاقہ مست بنا رکھا ہے مٹ جائیں اور اس کے ساتھ ساتھ سب سے بڑی صداقت (یعنی توحید) پر تم خود بھی ایمان لا چکے ہو اور دوسروں کو بھی اس کے قبول کرنے کی دعوت دیتے ہو۔ اگرچہ پہلی امتیں بھی امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور ایمان باللہ سے مشرف تھیں لیکن جو شان تمھارے امر بالمعروف کی ہے جو جلال تمہارے نہی عن المنکر میں ہے اور جو گہرائی، گیرائی اور کمال تمہارے ایمان باللہ میں ہے وہ تم سے پہلے کسی اُمت کو نصیب نہیں ہوا۔ نیز جس ہمت، خلوص اور سرفروشی سے تم نے اس بارِ امانت کو اٹھایا ہے یوں آج تک کوئی نہ اٹھا سکا۔ اس لیے تم اس کے جائز مستحق ہو کہ اقوامِ عالم کی بھری محفل میں تمہارے سر پر افضلیت کا تاج رکھا جائے۔ ان وجوہات کے علاوہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کے خیر الامم ہونے کی ایک اور وجہ یہ بھی ہے جو اس آیت میں ہی مذکور ہے یعنی دوسری قوموں کے فیضان ہدایت سے ایک محدود علاقہ، ایک مخصوص قوم، وہ بھی ایک مقررہ وقت تک مستفیض ہو سکتی تھی۔ لیکن تمہارا ابرِ کرم بحر و بر، نشیب و فراز، سیاہ و سپید، نزدیک و دور ہر خطہ پر برسے گا اور ہر خطہ کے پیاسوں کی پیاس بجھائے گا۔ تمہاری برکتیں صرف اپنے لیے اور صرف اپنوں کے لیے نہیں بلکہ سب کے لیے ہیں اور یہ وہ شرف ہے جو کسی کو پہلے حاصل نہیں ہوا۔ یہ وہ جود و سخا ہے جس سے پہلے دنیا متعارف نہیں۔ ''اخرجت للناس'' میں اسی امر کی طرف اشارہ ہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن، ج:۱،ص:۲۶۵)

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ ط اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَھُوَ اَعْلَمُ بِالْمُھْتَدِیْنَ. کے تحت ہے:

ایک نادان اور غیر تربیت یافتہ مبلغ اپنی دعوت کے لیے اس دعوت کے دشمنوں سے بھی زیادہ ضرر رساں ہو سکتا ہے۔ اگر اس کے پیش کیے ہوئے دلائل بودے اور کمزور ہوں گے۔ اگر اس کا اندازِ خطابت درشت اور معاندانہ ہوگا۔ اگر اس کی تبلیغ اخلاص و للّٰہیت کے نور سے محروم ہوگی تو وہ اپنے سامعین کو اپنی دعوت سے متنفر کر دے گا۔ کیوں کہ اسلام کی نشر و اشاعت کا انحصار تبلیغ اور فقط تبلیغ پر ہے۔ اس کو قبول کرنے کے لیے نہ کوئی رشوت پیش کی جاتی ہے اور نہ جبر و اکراہ سے کام لیا جاتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ایمان، ایمان ہی نہیں جس کے پسِ پردہ کوئی دنیاوی لالچ یا خوف و ہراس ہو۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے خود اپنے محبوب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دعوت اسلامی کے آداب کی تعلیم دی۔ اس آیت کا ایک ایک لفظ غور طلب ہے۔ دینِ اسلام کو سبیل رب کے عنوان سے تعبیر کر کے اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ یہ دعوت کسی سیاسی جتھہ بندی کے لیے، کسی معاشی گروہ سازی کے لیے نہیں دی جا رہی بلکہ اس راستہ کی طرف بلایا جا رہا ہے جو بندے کو اپنے مالک حقیقی کی طرف لے جاتا ہے جو دوری اور بیگانگی کے صحراؤں سے نکال کر قرب و لطف کی منزل تک پہنچانے والا ہے۔ اس جادۂ منزل حبیب سے دور بھاگنے والوں کو قریب لانے کے آداب بتائے جا رہے ہیں۔ حکمت، موعظہ حسنہ اور پسندیدہ انداز سے مجادلہ، ان تین چیزوں کے التزام کا حکم فرمایا گیا۔ حکمت سے مراد وہ پختہ دلائل ہیں جو حق کو روزِ روشن کی طرح عیاں کر دیں اور شک و شبہ کی تاریکیوں کو نور یقین سے بدل دینے کی قوت رکھتے ہوں۔

موعظۂ حسنہ اس پند و نصیحت کو کہتے ہیں جو خیر و فلاح کی یاد دہانی اس اسلوب سے کرائے کہ پتھر دل بھی موم ہو جائیں **قال الخلیل (الوعظ) ھو التذکیر بالخیر فیما یرق له القلب والعظة والموعظة الاسم** (المفردات: راغب اصفہانی) یعنی فلسفیوں کی

طرح خشک دلائل کے انبار لگاتے نہ چلے جاؤ۔ بلکہ تمہارا اندازِ خطاب ایسا ہونا چاہیے جس کے لفظ لفظ سے اخلاص ومحبت کے چشمے ابل رہے ہوں۔ آپ کی آواز کا زیر وبم شفقت وپیار کا آئینہ دار ہو اور اگر بھٹکا ہوا راہی آمادۂ پیکار ہو جائے اور بحث ومناظرہ تک نوبت جا پہنچے تو تم احسن اور عمدہ طریقہ سے مناظرہ کرو۔ اپنی علمی برتری کے گھمنڈ میں تہذیب اور شائستگی کا دامن مت چھوڑو۔ فریق مخالف کو ہر قیمت پر نیچا دکھانے کی کوشش نہ کرو۔ تمہارے پیش نظر فقط حق کی سربلندی ہو جب تک کوئی مبلغ ان خوبیوں سے متصف نہ ہوا سے اس میدان میں قدم نہ رکھنا چاہیے۔ اس معیار پر پورا ترنے کے لیے علم وآگاہی کو وسعتوں کے علاوہ مکارمِ اخلاق اور محاسن خصائل سے مزین ہونا بھی ضروری ہے اور یہ نعمت کسی صاحبِ دل کی صحبت سے حاصل ہوسکتی ہے۔

یہاں اس حقیقت کا اظہار فرمایا جارہا ہے کہ ایک داعی اور مبلغ کی ذمہ داری صرف اس قدر ہے کہ وہ حکیمانہ انداز سے، خلقِ خدا کی ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبات سے سرشار ہوکر رضائے الٰہی کے لیے تبلیغ کرے۔ اگر کوئی قبول نہ کرے تو اس کے لیے اسے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ سب کچھ مشیت الٰہی پر موقوف ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے قبول حق کی توفیق ارزانی فرمادیتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے محروم ونامراد کردیتا ہے۔

یہاں مکارمِ اخلاق کا درس دیا جارہا ہے کہ اس رزمگاہ خیر وشر میں اگر تمہارا دشمن تم پر دست درازی کرے اور تمہیں اذیت پہنچائے تو اہلِ عزیمت کا شیوہ یہ ہے کہ دشمن سے انتقام نہ لیا جائے اور عفو ودرگزر کا رویہ اختیار کیا جائے۔ لیکن اگر تمہارا اخلاقی معیار ابھی اتنا بلند نہیں اور تم انتقام لینا ہی چاہتے ہو تو اس صورت میں جتنی زیادتی تم پر کی گئی ہے اس کا اتنا بدلہ لینے کی تو تمہیں اجازت ہے لیکن اس امر کی اجازت نہیں کہ تم جوشِ انتقام میں اس پر ظلم کرو۔ ورنہ پہلے وہ ظالم تھا اور معتوب اب ستم شعار اور موردِ عتاب تم بن جاؤ گے۔ حضور رحمت عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی کتنا ایمان افروز ہے۔ عــــن حذیفة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لاتکونوا اِمَّعَةً تقولون ان احسن الناس احسنا وان ظلمونا ظلمنا ولکن وطنوا انفسکم ان احسن الناس ان تحسنوا وان اسائو افلا تظلموا۔ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا (اے اہل ایمان) بے سوچے سمجھے لوگوں کی پیروی کرنے والے نہ بنو۔ کہ تم یہ کہو جیسے عام کہا جاتا ہے کہ اگر ہمارے ساتھ لوگوں نے اچھا برتاؤ کیا تو ہم بھی اچھا برتاؤ کریں گے بلکہ اپنے آپ کو اس بات کا خوگر بنالو کہ اگر لوگ تمہارے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئیں تو تم بھی حسن سلوک سے پیش آؤ اور اگر لوگ تمہارے ساتھ برا اور ناروا سلوک کریں تو تم پھر بھی ان پر ظلم وزیادتی نہ کرو۔

عام مسلمانوں کو تو انتقام لینے کی مشروط اجازت دی گئی لیکن اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا کہ اے سراپا جود وکرم، آپ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہر حالت میں صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہیں۔ آپ پر ظلم وستم کی انتہا ہی کیوں نہ کردی جائے۔ آپ کا شعار عفو ودرگزر ہی رہے۔ اسلام اور اہل اسلام کے خلاف ان کی سازشوں سے آپ دلگیر نہ ہوا کریں۔ اللہ تعالیٰ خود اسلام کی ترقی کا ضامن ہے۔ وہی کفار کے منصوبوں کو اپنی قدرت کاملہ سے خاک میں ملاتا رہے گا۔ ضیق اور ضیق. ضاق یضیق کے مصدر کی دونوں لغتیں ہیں۔ دونوں کا معنی غم واندوہ ہے۔ **والمراد انما هوا نعم فالصحیح ماقالوا انهما لغتان بمعنی (مظہری) قال الاخفش الضیق والضیق مصدر ضاق یضیق (قرطبی)** بعض نے دونوں میں فرق بتایا ہے۔ ضیق کا معنی دل کا غمگین ہونا اور ضیق کا معنی مکان یا کپڑے وغیرہ کا تنگ ہونا۔ لیکن پہلا قول صحیح ہے کہ دونوں ایک ہی معنی ہے۔

تبلیغ واشاعت اسلام میں کامیابی کا انحصار فقط تائید الٰہی اور نصرت ربانی پر ہے۔ اس لیے مبلغ اسلام کو بتادیا کہ یہ سعادت صرف ان پاکبازوں کو بخشی جاتی ہے۔ جو زیور تقویٰ سے آراستہ ہوں اور خلق خدا کے ساتھ احسان اور خیر خواہی کے جذبات سے ان کے دل معمور ہوں۔ دین کے داعی کو اپنی وسعتِ علمی، قوتِ بیان اور چرب زبانی پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ اس کا کلی اعتماد معیت وتائید ایزدی اور نصرت ربانی پر ہونا چاہیے اور اس معیت ونصرت کا مستحق وہی ہوسکتا ہے جو اس ضابطہ پر سختی سے کاربند ہو، جس کا ذکر وضاحت سے یہاں کیا گیا ہے۔ مسند ارشاد پر تشریف فرما ہونے والے کاش! ان واضح ہدایات کو ہمیشہ اپنے پیشِ نظر رکھیں۔ (تفسیر ضیاء القرآن، ص: ۶۱۷، تا ۶۱۹ ج: ۲)

پروفیسر محمد مسعود احمد: نثر اردو اور اسلوب کی معنویت

از: غلام مصطفیٰ رضوی

اردو کے فروغ میں مذہبی و اصلاحی ادب کا اہم کردار رہا ہے۔ بلکہ یہ کہا جائے تو بجا ہوگا کہ اردو کی بقا میں اس جہت سے جو کاوش ہے اس کے نمایاں اثرات پائے جاتے ہیں۔ فروغ اردو میں مذہبی و اصلاحی لٹریچر کا کردار موثر و مخلصانہ رہا ہے۔

ماضی قریب کی جن شخصیات نے اردو کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا، زبان اردو میں جدید لب ولہجہ، بانک پن اور چاشنی و لطافت، سلاست و روانی اور شعور و ادراک کی صحت مند قدروں کو فوقیت دی، ان میں پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد (۲۸/اپریل ۲۰۰۸ء) کا نام نمایاں ہے۔ آپ کا تعلق دبستان دہلی سے ہے، مفتی اعظم شاہ مظہر اللہ مجددی شاہی امام مسجد فتح پوری دہلی کے لایق و فایق فرزند تھے، علمی گھرانے اور علمی ماحول نے فکر مسعودی کو نکھار دیا۔ تحقیق و تدقیق کا ذوق تھا ہی۔ قومی خدمت کا جذبہ مستزاد۔ آپ نے صالح افکار کی ترویج کی، نافع کردار کا نمونہ پیش کیا۔ گورنمنٹ ڈگری کالج ٹھٹھہ سندھ کے پرنسپل تھے، تحقیق، ری سرچ، ادب و تصوف اور دعوت و تبلیغ آپ کے مشاغل علمیہ تھے۔ قرآنیات، سیرت، اصلاحیات، ادبیات، مجددیات (مجدد الف ثانی و مجدد بریلوی پر علمی کام) جیسے گوشوں پر آپ کا رہوارِ فکر سرپٹ دوڑا۔

آپ کی تحریر میں سلاست و روانی، پختگی و استدلال کی فراوانی، افکار کی تابانی و ادب کی جلوہ سامانی ہے۔ ایسے چند نثری نمونے ملاحظہ کریں جن سے ایک طرف ادب میں تعمق و ژرف نگاہی کا انداز ا ہوتا ہے تو دوسری طرف قومی تعمیر کی فکر بھی جھلکتی ہے اور فکر و نظر کو حوصلہ دیتی ہے۔

نمونۂ اول: عقل کی دنیا میں عقل کی بات کیجیے...... برگ و بار دیکھ کر درخت کو پہچانیے...... دھوپ دیکھ کر آفتاب کو مانیے...... ان سہاروں کو لے کر آگے بڑھیے...... قرآن کا یہی حکم ہے...... اللہ اللہ! قرآن کھولتے ہی پیاروں اور محبوبوں کا ذکر شروع ہو جاتا ہے...... [۱]

نمونۂ دوم: ادب و احترام اسلامی معاشرے کی جان اور روح ہے، بغیر روح کے جسم بے روح ہے...... ادب کی محرک، محبت ہے...... محبت کی محرک، عظمت ہے...... عظمت کی محرک، حقیقت ہے...... جب حقیقت کا انکار کیا جائے گا عظمت کا ادراک ختم ہو جائے گا...... جب عظمت کا انکار کیا جائے گا محبت کا احساس ختم ہو جائے گا...... [۲]

نمونۂ سوم: تصوف روحِ اسلام ہے...... تصوف جانِ ایمان ہے...... تصوف بندگی ہے...... تصوف زندگی ہے...... تصوف سادگی ہے...... تصوف ہم دردی و غم خواری ہے...... تصوف دل داری و دل نوازی ہے...... تصوف سیرتِ مصطفیٰ ہے...... تصوف صدقِ ابوبکر ہے...... تصوف ضرب حیدر ہے...... تصوف فقر بوذر ہے...... تصوف عدالت و دیانت ہے...... تصوف معیشت و معاشرت ہے...... تصوف خزینۂ رحمت ہے...... [۳]

ان تینوں اقتباسات میں دریا کی سی روانی ہے۔ زبان کہیں ڈگمگاتی نہیں، تسلسل ہے، پڑھتے چلے جائیے۔ صداقت و حقیقت سے پر چند اقتباسات موضوع کے تناظر میں دیکھیں جن میں شگفتگی اور حسن زبان و بیان یک جا ہیں، نیز سیرت طیبہ کا ذکرِ جمیل اردو ادب کے گلستاں کو بہار آشنا کرتا ہے۔ دل کی بنجر وادی میں یقین کے گل و لالہ کھل اٹھتے ہیں اور ماحول بہاروں کا مسکن بن جاتا ہے۔ سچ ہے سیرتِ طیبہ کا بیان ایک طرف اردو کو جہانِ معنی کا پتا دیتا ہے تو دوسری طرف کردار کی تشکیل کا فلسفہ بھی دیتا ہے۔

سیرت طیبہ پر نثر مسعودی کے نمونے:

(۱) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کائنات میں ایک عظیم انقلاب برپا کیا...... آرزوؤں کا ڈھنگ بتایا...... تمناؤں کا سلیقہ سکھایا...... امنگوں کو ایک نیا رنگ و روپ دیا...... فرش پر جمی ہوئی نگاہوں کو عرش پر لگا دیا...... مرجھائے ہوئے چہروں کو تاب ناک بنا دیا...... مُردہ جسموں میں جان ڈال دی...... بے کیف روحوں کو کیف و سرور بخشا...... مظلوموں اور بے کسوں کو سہارا دیا...... زندہ درگور ہونے والی عورت کو مسندِ عزت پر بٹھایا...... قاتلوں کو جان و تن کا محافظ

بنایا...... ظالموں کو مظلوموں کا پاس دار بنایا...... غلاموں کو آزادی کا مژدہ سنایا اور ایسا سرفراز کیا کہ آزادوں کا آقا بنادیا...... رہزنوں کو قائد ورہبر بنایا...... اللہ اللہ! وہ اتنا عظیم انقلاب لایا کہ جس معاشرے میں اٹھا اس کو یکسر بدل کر رکھ دیا...... ۴

(۲) انقلاب باہر سے نہیں، اندر سے آتا ہے...... دل سے اٹھتا ہے، روح سے پھوٹتا ہے اور پھر رگ رگ میں سما جاتا ہے...... کچھ پاس نہیں، نہ سہی...... ایمان ایک عظیم قوت ہے، عشق ایک عظیم دولت ہے...... اسی سے افراد زندہ ہوتے ہیں...... اسی سے قومیں زندہ ہوتی ہیں...... ہاں زندگی پکار رہی ہے...... ذرا کان تو لگایئے...... سنیئے تو سہی، کیا کہہ رہی ہے:

کس کا منھ تکیے، کہاں جایئے، کس سے کہیے
تیرے ہی قدموں پہ مٹ جائے یہ پالا تیرا (رضاؔ) ۵

(۳) چاند چمک رہا ہے......... ستارے کھل رہے ہیں، نور کی پھوار پڑ رہی ہے......... اچانک غلغلہ بپا ہوا، ایک ندا دینے والا ندا دے رہا تھا......... لوگو! صدیوں سے جس ستارے کا انتظار تھا دیکھو دیکھو! آج وہ طلوع ہو گیا......... آج وہ آنے والا آ گیا......... وادی مکہ کے سناٹے میں یہ آواز گونج گئی......... ۶

(۴) ڈوبتے ہوئے ابھرنے لگے، سہمے ہوئے چہکنے لگے، روتے ہوئے ہنسنے لگے، صدیوں کے دبے ہوئے، پسے ہوئے سرفراز ہونے لگے، خون کے پیاسے محبت کرنے لگے، ہارنے والے جیتنے لگے......... بکھرے ہوئے خیال یک جا ہو گئے، منتشر قوتیں سمٹ گئیں، ضعیف و ناتواں ایک قوت بن کر ابھرے اور دنیا نے پہلی مرتبہ جانا کہ انسان احسن تقویم میں بنایا گیا...... ۷

(۵) ہم قرآن کریم نہیں دیکھتے، ہم قرآن حکیم نہیں پڑھتے، سنی سنائی پر یقین کر لیتے ہیں، بہت بھولے ہیں...... جب قرآن کریم میں ہر چیز کا روشن بیان ہے...... اور ہر بات کی تفصیل موجود ہے، تو پھر قرآن کریم سے کیوں نہ پوچھا جائے...... اِدھر اُدھر کیوں بھٹکتے رہیں؟...... ایک ایک کا منہ کیوں تکتے رہیں؟...... کوئی کچھ بتاتا ہے کوئی کچھ...... دل اُلجھ کر رہ جاتا ہے، دماغ پراگندہ ہو جاتا ہے...... متاعِ عشق و محبت برباد ہونے لگتی ہے، جب وہ برباد ہو گئی تو پھر کیا رہ گیا؟...... ایک خاک کا ڈھیر، ایک بے جان لاشہ...... محبت کی باتیں اتنی مشکل نہیں جو سمجھ میں نہ آ سکیں...... دل والا ہو تو بات آسانی سے سمجھ میں آ جاتی ہے...... یہ باتیں دماغ سوزی سے سمجھ میں نہیں آتیں ع

ہے دانش برہانی حیرت کی فراوانی ۸

سیرت طیبہ سے منسلک ان اقتباسات میں انقلاب کی دھمک ہے، پھولوں کی مہک ہے، افکار کی ہمک ہے، کردار کی چمک ہے، اور غور و فکر کی دعوت ہے۔ نثر مسلسل کے نمونے پر ڈاکٹر مسعود احمد کے اقتباسات الفاظ کے زیر و بم اور معنٰی و مفہوم کے لحاظ سے برجستہ استعمال کی دست رس پر دلالت کرتے ہیں۔

سادہ و سلیس انداز میں شگفتہ اسلوب اور جدید انداز تحریر ڈاکٹر مسعود احمد کا وہ اچھوتا پہلو ہے جو بذات خود مثال ہے۔ بعد کے درجنوں قلم کاروں نے آپ کے اس اسلوب کی پیروی کی۔ چھوٹے چھوٹے مقفیٰ جملے درمیان میں لکیر کھینچ دینا، اور پڑھنے والا ایک ایک جملہ پڑھ کر ٹھہر ٹھہر جاتا ہے، جس سے مفہوم کی دل کشی سے حظ بھی اٹھاتا ہے، اور تحریر کا مقصد اس ٹھہراؤ میں کھل کھل جاتا ہے۔ اس اقتباس کو دیکھیں کہ کس طرح خفتہ رگوں کو چھیڑا ہے اور طبیب حاذق کی طرح مرض عصر کی دوا بھی تجویز فرمائی ہے:

''ہمارے ایمان کی چنگاری راکھ میں دبی ہے...... ہمت کر کے راکھ کے اس ڈھیر کو ہٹاؤ اور دنیا کو بتا دو کہ ہم صرف نام کے مسلمان نہیں...... ہم ان کی ہر ادا پر قربان ہیں...... ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فدا کار و جاں نثار ہیں...... ہم مردہ نہیں زندہ ہیں...... ہم غافل نہیں ہشیار ہیں...... ہم بھول گئے تھے...... ہماری فکر و نظر کو اغیار کی جادوگری نے بے اثر کر دیا تھا...... لیکن اب جاگ گئے ہیں اور اس ساحری کے سارے اثرات ہماری قوت ایمانی سے بے اثر ہو گئے...... ۹

بعض تحریریں انقلاب بہ داماں ہوتی ہیں۔ شعور و فکر کو اپیل کرتی ہیں۔ تنزل پذیر اور انحطاط پذیر قومی اقدار کے ڈھانچے میں توانائی کی روح پھونک دیتی ہیں۔ ڈاکٹر مسعود احمد نے اپنے البیلے اسلوب تحریر سے سماج کی خفتہ رگوں کو چھیڑا ہے اور ان موضوعات کو کریدا ہے جو معاشرے کا ''ناسور'' کہے جا سکتے ہیں۔ اس طرح بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ ان کی نثر سے اصلاحی دینی کاز کو تقویت بھی ملی اور ادب کے دامن میں نئے خزانوں کا ورود ہوا۔ نیز مسلم معاشرے کی تنزلی میں جن عوامل کی کارفرمائی ہے ان کی اصلاح ڈھنگ اور سلیقے سے کی ہے۔ ایسے دو اقتباسات دیکھیں:

فکر انسانی: دائرۂ فکر جتنا وسیع ہوتا ہے، ترقی کی راہیں کھلتی ہیں اور ترقی کی راہیں کیا کھلتی ہیں فرد ملت کا وقار بلند ہوتا

ہے......اوج ثریا تک پہنچتا ہے......اسلام نے انسانی فکر کا دائرہ جتنا وسیع کیا ہے شاید ہی کسی نے کیا ہو......نوع انساں پر یہ خدا کا عظیم احسان ہے لیکن یوں محسوس ہوتا ہے کہ انسان فطرۃً احسان فراموش واقع ہوا ہے......۱۰؎

غیر دانش مندانہ بات: فتنے یوں ہی پیدا نہیں ہوتے، آگ دشمنوں کے لگائے سے لگتی ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ غیر شعوری طور پر اپنوں کے لگائے سے بھی لگ جاتی ہے......اس لیے ہر فتنے کو دشمن کے سر تھوپنا دانش مندی نہیں...... دانش مندی یہ ہے کہ فتنوں کے اسباب وعلل پر غور کیا جائے اور ان کا خلوص دل سے سد باب کیا جائے......۱۱؎

ذکر رضاؔ بریلوی میں نثر مسعودی کی ضوفشانیاں:

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے ۱۹۷۹ء میں ہندوستان کے فراموش کردہ عبقری اور نعتیہ ادب کے عظیم ستون امام احمد رضا بریلوی پر تحقیق کا آغاز کیا۔ ہوا یوں کہ امام احمد رضا بریلوی کی بعض علمی وسنجیدہ تنقیدات نے مقابل گروہ کو مضطرب کیا، ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ اپنی اصلاح کر لیتے لیکن یہ غیر علمی طریقہ اپنایا کہ امام احمد رضا بریلوی پر اتہام والزام لگانا شروع کیا۔ ہمارے یہاں ایک المیہ ہے کہ سنی سنائی پر بلا تحقیق یقین کر لیا جاتا ہے۔ اسی منفی روش پر چل کر ہم نے ''تعصب'' کے قبرستان میں علم وفن کے کئی خزینے زندہ در گور کر دیے۔ امام احمد رضا بریلوی کی شعری وادبی خدمات کو قابل اعتنا سمجھا گیا۔ شاید اس کا سبب یہ ہو کہ نصف صدی پیش تر یہ تحریک چلائی گئی کہ ادب الگ چیز ہے اور مذہب چیزے دگر، آپ کی شاعری اور نثر کا موضوع علوم دینیہ ہی تھے اس لیے ادب آشناؤں نے اغماض برتا۔ اس مسموم فضا نے ڈاکٹر مسعود احمد کو متاثر کیا اور آپ نے جہل ولاعلمی کے پردے چاک کرنے کے لیے امام احمد رضا بریلوی کو موضوع تحقیق بنایا۔ اس رخ سے آپ نے جو کچھ قلمی اثاثہ چھوڑا وہ ایک طرف حقایق کا ناقابل تردید ذخیرہ ہے تو دوسری طرف نثر اردو کا بیش قیمت سرمایہ۔ حقیقت وصداقت کے تناظر میں آپ کا یہ اقتباس متوازن فکر کا اشاریہ معلوم ہوتا ہے:

''مطالعہ ومشاہدہ، نیک وبد اور خیر وشر کی پہچان کا بہترین ذریعہ ہے...... پروپیگنڈے سے کچھ وقت کے لیے خیر کو شر اور نیک کو بد بنا کر پیش کیا جا سکتا ہے۔ مگر ہمیشہ کے لیے نہیں، مطالعہ کے بعد جب جہل و لاعلمی کے پردے اٹھتے ہیں تو مطلع صاف نظر آنے لگتا ہے......۱۲؎

چوں کہ خالص علمی اور تحقیقی انداز میں امام احمد رضا بریلوی پر آپ نے کام کیا وہ بھی اپنے مخصوص اسلوب تحریر اور متین لہجے میں، جس سے جامعات کے اساتذہ، کالجز کے پروفیسرز، عصری مدارس کے ماہرین علم اور ادب کی انجمن کے خوشہ چیں متاثر ہوئے۔ حقایق کے تناظر میں نثری خوبیوں سے آراستہ نمونے ملاحظہ کریں:

(۱) اصل میں بات یہ ہے کہ گزشتہ تیرہ برس میں امام احمد رضا کا شہرہ پاک و ہند سے گزر کر دیار مشرق ومغرب میں پھیل چکا ہے۔ ظاہر ہے یہ بات ان حضرات کو پسند نہیں جو امام احمد رضا کو بہ قول خود دفن کر چکے تھے اب امام احمد رضا کے آفتاب فکر کے سامنے ان کا چراغ فکر ٹمٹمانے لگا......۱۳؎

(۲) جب پاک وہند میں اسلامی سلطنت کا آفتاب غروب ہو رہا تھا......تاریکیاں پھیل رہی تھیں، دل ڈوب رہے تھے، حوصلے پست ہو رہے تھے کہ رحمت باری جوش میں آئی اور ایک آفتاب طلوع ہوا......جس نے فضاؤں کو منور کر دیا......ڈوبتے دلوں کو سہارا دیا ......پست حوصلوں کو بلند کیا......تاریک فضاؤں میں یہ طلوع ہونے والا آفتاب کون تھا؟......وہی امام احمد رضا عرب وعجم نے جس کی عظمت وجلالت کی گواہی دی......۱۴؎

(۳) جب مؤرخ ایک طرف جھکنے لگتا ہے تو اس کو ساری خوبیاں اور کمالات اسی طرف نظر آنے لگتے ہیں، دوسری طرف کچھ نظر نہیں آتا......''نقش حیات'' اس طرف، دوسری طرف ''نقش ممات''......''شان دار'' ماضی اس طرف، دوسری طرف ''خار دار'' ماضی ......''پرانے چراغ'' اس طرف، دوسری طرف ''مردہ چراغ''......''بڑے'' مسلمان اس طرف، دوسری طرف ''چھوٹے'' مسلمان ......الغرض اُدھر چمک رہی ہے اور اِدھر گھٹائیں چھا رہی ہیں......۱۵؎

(۴) اس کا ذہن برق رفتار تھا...... اس کی آنکھ عرش نگاہ تھی......اس کا سینہ بحر ناپیدا کنار تھا......اس کا ہاتھ صبا رفتار تھا......وہ کیا تھا؟......وہ کون تھا؟......اس نے کیا کیا، کیا ع

سفینہ چاہیے اس بحر بے کراں کے لیے۱۶؎

(۵) جب دلوں کو ویران کیا جا رہا تھا...... جب ملت کا شیرازہ منتشر کیا جا رہا تھا......امام احمد رضا دلوں کو آباد کر رہے تھے، ملت کی شیرازہ بندی کر رہے تھے......انھوں نے جوانانِ ملت کو ایک نیا ولولہ

دیا، ایک نیا عزم دیا، ایک نیا حوصلہ دیا، ذہنی غلامی سے آزاد کر کے نئے جمال کی خبر سنائی......۱۷

نثر مسجع: جملوں کے آخری الفاظ موزوں و مقفیٰ ہوں اسے نثر مسجع کہتے ہیں، ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی نثر میں اس کی جھلکیاں بہ کثرت ملتی ہیں، مثال دیکھیں:

''زمانہ کروٹیں بدلتا رہتا ہے...... نشیب و فراز آتے رہتے ہیں...... کبھی اجالا کبھی اندھیرا...... کبھی اندھیرا کبھی اجالا...... زمین پر بسنے والے جب نور کو ترستے ہیں...... ظلمت کے پردے اٹھتے چلے جاتے ہیں...... مٹے مٹے نقوش ابھرتے چلے جاتے ہیں...... روشنیاں پھیلتی چلی جاتی ہیں......''۱۸

نثر مرسل: نثر مرسل میں سادگی ہوتی ہے، قافیہ بندی نہیں ہوتی، پروفیسر محمد مسعود احمد کے یہاں نثر مرسل کا اہتمام کم ہی ملتا ہے۔ لیکن ضرورت کے پیش نظر عام فہم انداز میں جو تحریریں لکھی ہیں ان میں نثر مرسل کے جلوے دکھائی دیتے ہیں۔ سادگی وسلاست بیان کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو:

''قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں لڑکیوں کی ولادت مرد کے لیے عذاب جاں تھی...... جب کوئی مرد یہ خبر سنتا تو اس کا چہرہ مارے غصے کے سیاہ ہو جاتا اور وہ اسی غم میں پیچ وتاب کھاتا...... لوگ لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیا کرتے تھے جس کے لیے قرآن کریم میں فرمایا گیا کہ قیامت کے دن دفن ہونے والی لڑکی سے پوچھا جائے گا بتا تجھے کس جرم کی پاداش میں قتل کیا گیا؟ یعنی ایسے سفاک باپ کو قیامت کے دن چھوڑا نہیں جائے گا۔ ایک صحابی نے ایام جاہلیت میں اپنی بیٹی کو زندہ دفن کرنے کا دردناک واقعہ سنایا تو وہ خود بھی روئے اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی روتے رہے......

ہندستان کا حال عرب سے بھی بدتر تھا، یہاں مرنے والے شوہروں کے ساتھ ان کی زندہ بیویاں جلائی جاتی تھیں، اس رسم کو ''ستی'' کے نام سے پکارا جاتا تھا۔''۱۹

کس قدر سادہ انداز میں بات پیش کی کہ کم پڑھا لکھا بھی آسانی سے عبارت سمجھ سکتا ہے اور کہیں دشواری نہیں آتی بلکہ ہر ہر لفظ ذہن میں اترتا ہے۔

نثر مسعودی کا فنی نمونہ ''اجالا'':

پروفیسر مسعود احمد نے بیانیہ نثر میں ''اجالا'' نام سے ایک کتاب لکھی جس میں زور بیان، قوت استدلال، فنی محاسن، حلاوت زبان اور اسلوب کا تنوع ایسا ہے کہ ارباب فن لطف اندوز ہوئے بغیر نہیں رہتے، اس کتاب کی زبان اتنی صاف ستھری اور بامحاورہ ہے کہ زبان بھی محظوظ ہوتی ہے۔ کتاب کی بابت مشہور محقق ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی کا یہ تاثر پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے:

''یہ کتاب بڑے دل کش انداز میں لکھی گئی ہے اس میں ادبی اور تحقیقی دونوں رنگ ہیں، انداز بیانیہ ہے۔''۲۰

اجالا کا یہ اقتباس ہمارے موقف کی تائید کرتا معلوم ہوتا ہے:

''آج سے ایک صدی قبل یہ دگرگوں حالات تھے...... ظلمت پر ظلمت چھا رہی تھی...... اجالے کو لوگ ترس رہے تھے...... رحمت باری کو جوش آیا اور پھر وہ آیا جس نے اندھیروں میں اجالا کیا...... صراط مستقیم کا پتا بتا دیا...... ہاتھ پکڑ پکڑ کر راستے پر لگایا...... ہدایت پر ایسا حریص کہ گم راہوں کی گم راہی پر بل کھاتا اور تڑپتا...... وہ دل سے چاہتا تھا کہ چاروں طرف اسلام کا بول بالا ہو...... وہ اسلام کا شیدائی تھا...... وہ اسلام کا فدائی تھا...... وہ اسلام کا متوالا تھا...... کون؟...... احمد رضا خاں بریلوی!''۲۱

تمہیدات و انتسابات: آپ کی تمہیدات میں بڑی دل کشی و جاذبیت اور اثر و کیف ہے، پڑھنے والا احساسات کی دنیا میں گم ہو جاتا ہے، الفاظ میں دل کی آواز گونجتی معلوم ہوتی ہے اور یہی کیفیت انتسابات کی ہے، جنھیں ادبی شہ پارہ کہیں تو صحیح و درست ہو۔ ڈاکٹر موصوف کی کتاب ''غریبوں کے غم خوار'' کا انتساب ملاحظہ کریں:

''مسکینوں کے نام...... غریبوں کے نام...... مظلوموں کے نام...... بے کسوں کے نام...... بے بسوں کے نام......''۲۲

ڈاکٹر موصوف کی کتاب ''توحید کے نام پر'' کا انتساب کچھ اس طرح ہے:

''توحید کے اُن پرستاروں کے نام!
جنھوں نے محبت کے چراغ روشن کیے......
جنھوں نے ادب کا سلیقہ سکھایا......
جو رمز شناس ادب تھے......
جادۂ ادب سے جن کا نہ خیال بھٹکتا تھا، نہ زبان بہکتی تھی، نہ قدم ڈگمگاتے تھے......
جو حریم جاناں میں نیچی نگاہوں سے بیٹھے رہتے تھے......
حضور یار میں جن کی آواز بلند نہ ہوتی تھی......
جو آتے تھے تو اس کی اجازت سے، بیٹھتے تھے تو اس کی اجازت

سے، اٹھتے تھے تو اس کی اجازت سے......

جنھوں نے اپنا جان و مال محبوب کے قدموں پر نچھاور کر دیا تھا......

جو ادب کو جانِ ایمان سمجھتے تھے......

جو ادب ہی کے لیے جیتے تھے، جو ادب ہی کے لیے مرتے تھے.....''۲۳

ڈاکٹر صاحب نے قرآن مقدس کی عظمت و برکات پر ایک عمدہ مقالہ لکھا ''تعظیم کتاب اللہ'' جس کی تمہید دل کو چھوتی اور فکر کو جھنجھوڑتی ہے:

''کتاب مبین......جس میں ہر چیز کا روشن بیان ہے......جس میں حکمت ہی حکمت ہے......جس میں دانائی ہی دانائی ہے......جس میں روشنی ہی روشنی ہے......جس میں نور ہی نور ہے......جس میں ہدایت ہی ہدایت ہے......جس میں شفا ہی شفا ہے......جس میں علم ہی علم ہے......جس میں عظمت ہی عظمت ہے......جس میں آسانی ہی آسانی ہے......جس میں رحمت ہی رحمت ہے...... جس میں یقین ہی یقین ہے......جس میں نصیحت ہی نصیحت ہے......جس میں امید ہی امید ہے......جس میں حق ہی حق ہے......جس میں ماضی کی خبریں ہیں......جس میں حال سے آگاہی ہے......جس میں مستقبل کی خبریں ہیں......جس کو سن کر آنسو بہہ نکلتے ہیں......جس کو سن کر دل تڑپ اٹھتے ہیں......جس کا ذکر پچھلی کتابوں میں ہے......جس کو جبریل امین نے اتارا......جس کو محمد مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے بتایا......جو اتنی بھاری کہ پہاڑ تھر تھرا جائیں......جو اتنی ہلکی کہ دل میں سما جائے......جو علوم وفنون کا ذخیرہ ہے......جو زندگی کا سرمایہ ہے......جو تاریکیوں سے روشنیوں میں لاتی ہے......جو اترنے سے پہلے جانی پہچانی تھی......جو انسانوں پر اللہ کی عظیم رحمت ہے......جو صدیوں سے محفوظ ہے......جو رازوں کا خزانہ ہے......جو معمّوں کا حل ہے......جو اللہ کا کلام ہے......جو اللہ کی کتاب ہے.....''۲۴

الغرض! حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی نثر میں بلاغت و معانی، سلاست و روانی، متانت و سنجیدگی اور فکر و تخیل کی ایک علمی فضا آراستہ نظر آتی ہے جس سے زبان کا دامن جواہرات سے پر ہوتا ہے اور نئے لب ولہجہ سے آشنائی ہوتی ہے۔ ادب کی راہ کا کوئی مسافر ذخیرۂ مسعودی میں خوشہ چینی کرے اور فنی نقطۂ نظر سے نثر مسعودی کا تجزیہ کرے تو یہ ادب کی ایک عظیم خدمت ہوگی۔ معاصر ادبی فضا کس قدر مسموم ہوئی جاتی ہے یہ مخفی نہیں، ضرورت ہے کہ اردو زبان و ادب کے فروغ وابلاغ کے لیے صالح و پاکیزہ ادبی جواہر پاروں کو منظر عام پر لایا جائے اس رخ سے ڈاکٹر محمد مسعود احمد کے آثار علمیہ بڑے مفید و کارآمد ثابت ہوں گے۔

مصادر و مآخذ:

(۱) محمد مسعود احمد، ڈاکٹر، توحید کے نام پر، طبع بھیونڈی ۱۹۹۰ء، ص۱۲

(۲) محمد مسعود احمد، ڈاکٹر، تعظیم کتاب اللہ، طبع ادارۂ مسعودیہ کراچی ۲۰۰۶ء، ص۷ (۳) محمد مسعود احمد، ڈاکٹر، روح اسلام، طبع رضا اکیڈمی ممبئی ۲۰۰۷ء، ص۵۶

(۴) محمد مسعود احمد، ڈاکٹر، سیرت رسول اور ہماری زندگی، طبع نوری مشن مالیگاؤں ۲۰۱۰ء، ص۴

(۵) حوالہ سابق ص۶

(۶) محمد مسعود احمد، ڈاکٹر، جشن بہاراں، طبع مکتبۂ طیبہ ممبئی ۲۰۱۰ء، ص۱۶

(۷) حوالہ سابق ص۱۷

(۸) محمد مسعود احمد، تعظیم وتوقیر، طبع نوری مشن مالیگاؤں، ص۳

(۹) محمد مسعود احمد، محبت کی نشانی، طبع رضوی کتاب گھر بھیونڈی، ص۹۱

(۱۰) محمد مسعود احمد، ڈاکٹر، موج خیال، طبع انجمن فیضان حافظ ملت ممبئی ۱۹۸۴ء، ص۱۵

(۱۱) حوالہ سابق ص۱۷

(۱۲) محمد مسعود احمد، ڈاکٹر، آئینۂ رضویات، ج۴، مرتب: عبدالستار طاہر، طبع ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی ۲۰۰۴ء، ص۹

(۱۳) حوالہ سابق ص۱۹ (۱۴) حوالہ سابق ص۳۶

(۱۵) حوالہ سابق ص۵۲ (۱۶) حوالہ سابق ص۴۷

(۱۷) حوالہ سابق ص۱۳۳-۱۳۴ (۱۸) محمد مسعود احمد، ڈاکٹر، اجالا، طبع المجمع الاسلامی مبارک پور ۲۰۰۴ء، ص۱۰ (۱۹) محمد مسعود احمد، ڈاکٹر، عورت اور پردہ، طبع آل انڈیا تبلیغ سیرت کولکاتا ۲۰۱۰ء، ص۳ (۲۰) عبدالنعیم عزیزی، ڈاکٹر، مسعود ملت اور امام احمد رضا، طبع ادارۂ مسعودیہ کراچی ۲۰۰۶ء، ص۳۸

(۲۱) محمد مسعود احمد، ڈاکٹر، اجالا، طبع المجمع الاسلامی مبارک پور ۲۰۰۴ء، ص۱۳ (۲۲) محمد مسعود احمد، ڈاکٹر، غریبوں کے غم خوار، طبع رضوی کتاب گھر بھیونڈی، ص۳ (۲۳) محمد مسعود احمد، ڈاکٹر، توحید کے نام پر، طبع بھیونڈی ۱۹۹۰ء، ص۳

(۲۴) محمد مسعود احمد، ڈاکٹر، تعظیم کتاب اللہ، طبع ادارۂ مسعودیہ کراچی ۲۰۰۶ء، ص۳-۵

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کیسے اُم المؤمنین کے اعزاز سے مشرف ہوئیں

از: مولانا سید محمد ذاکر حسین شاہ

مستشرقین کے ایک اعتراض کا تنقیدی جائزہ

مستشرقین اور ان کے ہم نواؤں کا ایک اعتراض سیدِ کل صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کے حوالے سے بھی ہے۔ آج کی نشست میں ہم ان کے اعتراض کا علمی تجزیہ پیش کر رہے ہیں۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کون تھے:

حضرت زید رضی اللہ عنہ بچپن میں مکہ مکرمہ میں فروخت ہو رہے تھے۔ سیدِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اس بارے میں بتایا تو سیدہ نے انہیں خرید کر آپ کی نذر کر دیا۔ کافی وقت کے بعد حضرت زید کے والد اور چچا آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی واپسی کی درخواست کی اور قیمت کی بھی پیش کش کی۔ آپ نے فرمایا! زید کو الگ لے جاؤ بات کرلو اگر یہ جانا چاہے تو ہمیں بھیجنے میں کوئی عذر نہیں قیمت کی کوئی ضرورت نہیں۔ والد اور چچا نے تنہائی میں ساری باتیں کیں ماں کی بے قراریوں اور بہنوں کی بے تابیوں کا تذکرہ کیا مگر زلفِ رسالت کا اسیر درِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوا لہٰذا زید رضی اللہ عنہ کا شانۂ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) میں رہ گئے۔ سرکار نے ان کی شادی اپنی آزاد کردہ لونڈی امِ ایمن رضی اللہ عنہا سے کر دی۔ امِ ایمن رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے انہیں طلاق دے دی۔ سیدِ کل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذرہ نوازی فرماتے ہوئے ان کی شادی اپنی پھوپھی زاد سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش سے کرنی چاہی۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو یہ رشتہ بوجوہ پسند نہیں تھا سب سے بڑا مسئلہ خاندانی نجابت کا تھا مگر جب آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ میرا حکم ہے تو سیدہ بے چوں وچرا مان گئیں۔ اب کافی عرصہ گزر گیا اولاد نہ ہوئی تو عورتیں چہ می گوئیاں کرنے لگیں کہ اسامہ رضی اللہ عنہ بھی زید کے بیٹے نہیں ہیں وہ گورے چٹے ہیں اور زید (رضی اللہ عنہ) تو کالے ہیں۔ سیدِ کل صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا گائے کا رنگ اور بچھڑے کا رنگ دوسرا نہیں ہوتا۔ مطلب یہ تھا کہ تخلیق اللہ کریم فرماتا ہے جو رنگ چاہے دے دے۔

صحیح مسلم (صفحہ/۶۲۰، جلد/۱، مطبوعہ عیسیٰ البانی مصر۔ کتاب الرضاع، باب العمل بالحاق القائف الولد) میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت زید رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ مل کر سوئے ہوئے تھے منہ سر ڈھانپے ہوئے تھے اور پاؤں ننگے تھے۔ ایک قیافہ شناس پاس سے گزرا، کہنے لگا یہ پاؤں ان پاؤں سے ہیں یعنی یہ باپ بیٹے ہیں۔ کچھ لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آکر عرض کیا تو حضور نے فرمایا کہ زبانِ نبوت تو سمجھ میں نہیں آرہی تھی قیافہ شناس کی بات سمجھ میں آگئی ہے۔

مختلف معاشروں میں لوگوں کے بارے میں عجیب چہ می گوئیاں اور افواہیں گردش کرتی رہتی ہیں۔ ہمارا اپنا معاشرہ بھی ایسی افواہوں کی زد میں رہتا ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے بارے میں خواتین بار بار یہی کہہ رہی تھیں کہ ان میں کوئی جسمانی نقص ہے وہ قابلِ اولاد نہیں ہیں۔ اگر قابل اولاد ہوتے تو زینب سے کیوں اولاد نہ ہوتی۔

عظمت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

یہ باتیں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا تک بھی پہنچ رہی تھیں۔ ان کی عظمتوں کو سلام کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مان کر ایک آزاد کردہ کالے رنگ کے غلام سے شادی فرمالی اور پندرہ سال تک حضرت زید رضی اللہ عنہ کے بارے میں سرکار سے کوئی بات نہیں کی۔ سوال یہ ہے کہ جب حضرت زید رضی اللہ عنہ طبعاً ٹھیک تھے تو پھر اولاد کیوں نہیں ہوئی؟ اصل وجہ خود سیدہ زینب رضی اللہ عنہا تھیں وہ رتقا تھیں۔ یہ ایک مرض ہوتا ہے اس کی وجہ سے گوشت کا لوتھڑا حصۂ خاص میں ہوتا ہے اور خاتون اس کی وجہ سے جنسی رابطے کے قابل

نہیں رہتی۔آج اس کا علاج ہے مگر اس دور میں علاج نہیں تھا۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ اس سلسلے میں سیدِ کل صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات نہیں کرتے تھے کیوں کہ وہ آزاد کردہ غلام تھے اور سیدہ آپ کی پھوپھی زاد تھیں۔حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے خلاف بات کرنا ادب کے خلاف تھی بھلا ان کی شکایت کیسے کی جاسکتی تھی اس طرح پندرہ سال کا طویل عرصہ گزر گیا۔یہ باتیں میں اس لیے تفصیلاً بیان کر رہا ہوں کہ بہت ساری اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین جو مستشرقین کے خیالات سے زیادہ متاثر ہوجاتی ہیں،انہیں ذہن نشیں ہوجائے۔ہماری بہت سارے بھائی اور بہنیں مستشرقین کو پڑھتے ہیں اور ان کی لغویات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ظاہر ہے کہ شکوک وشبہات ان کے دل ودماغ کو متاثر کرتے ہی ہیں لہٰذا میں چاہتا ہوں ان اعتراضات کا قلع قمع کردیا جائے جو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے بارے میں دشمنانِ اسلام نے ذاتِ رسالت پر کیے ہیں۔ایک مضمون میں اگر چہ پوری تفصیلات نہیں آسکتیں مگر پھر بھی مختصراً یہاں وضاحت کی جاتی ہے۔

پندرہ سال گزر گئے۔ اتنے طویل عرصے کے بعد حضرت زید نے صرف اتنی بات دربارِ رسالت میں عرض کی۔"آقا! زینب رضی اللہ عنہ کے مزاج میں بڑی کرختگی ہے سختی سی آگئی ہے۔حضور! یہ سختی برداشت سے باہر ہوگئی ہے۔کرم فرمائیں مجھے اجازت مرحمت فرمائیں کہ میں زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دوں"۔حضرت زید نے صرف یہی شکایت کی مگر ان کی جسمانی حالت کے بارے میں کچھ عرض نہیں کیا۔ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بات سمجھائی مگر دشمنوں نے اس گفتگو میں کیا کیا رنگ بھرا اور کن اوچھے ہتھکنڈوں سے سرکارِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر عداوت کے تیر برسائے۔مسعودی جیسے ایک دشمن نے تاریخ میں ایک اور انداز سے تذکرہ کردیا اور لغو یاران بے توفیق اسی بات کو لے اُڑے۔یہ نہیں سوچا کہ یہ یہودی صفت انسان ذاتِ نبوت کے خلاف جو بک گیا ہے کیا اس کی کوئی اصلیت بھی ہے؟ وہ کہتا ہے کہ سیدِ کل صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پھوپھی زاد کی شادی حضرت زید سے کردی مگر ایک دن ان کے گھر گئے تو وہ کپڑے بدل رہی تھیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ ان پر پڑی تو خواہش ہوئی کہ میں خود ان سے شادی کرلوں پھر آپ نے ایسے حالات پیدا کرنے شروع کردیے کہ زید رضی اللہ عنہ نے طلاق دے دی۔اب حیلے بہانوں سے طلاق ہوگئی تو اب فرمایا کہ ان کے ساتھ میرا نکاح آسمان پر ہوچکا ہے لہٰذا نہ تو کوئی نکاح کا گواہ ہوا اور نہ ہی کوئی مہر مقرر ہوا۔(معاذ اللہ) مطلب یہ ہوا کہ نہ مدینۂ طیبہ میں کوئی نکاح ہوا اور نہ ہی کوئی نکاح کا گواہ ہوا اور نہ ہی کوئی مہر تھا۔مرزا غلام احمد آنجہانی کا اگر محمدی بیگم سے نکاح ہوتا تو یہ ساری باتیں ٹھیک ہوتیں۔

اس لغو افسانہ گو کو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاجِ اقدس کا ذرا بھی علم نہیں ہے۔ایک مسلمان ایسے کفریہ کلمات اپنی زبان پر کبھی نہیں لاسکتا مگر جب یہ روایت گڑھی گئی تو اس مقدس قرآنی آیت کو بھی اپنے اس مفروضے کے پیمانے سے جوڑا گیا۔جس کا ذکر ہم آگے کرنے والے ہیں۔میں نے انتہائی سادہ انداز میں دشمن کے ایچ پیچ کو چھوڑ کر اس کا مفہوم آپ کی خدمت میں عرض کیا جس انداز سے اس نے ذکر کیا ہے اسے نقل کرنے کی نہ تو میں جسارت کرسکتا ہوں اور نہ ہی آپ سن سکتے ہیں۔

سیدِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تو معصوم ہیں ایسا ناممکن ہے کہ سرکار دل میں تو اور بات رکھ رہے ہوں اور حضرت زید رضی اللہ عنہ سے اور بات کہیں۔ان کے مذہب میں یہ منافقت ہے اور ایک سچا مسلمان بھی منافقت کے مرض سے پاک ہوتا ہے سیدِ کل صلی اللہ علیہ وسلم کی تو بات ہی اور ہے لہٰذا آقائے کائنات سے ان باتوں کا کیا تعلق؟ یہ سب ہوائیاں دشمن کی اڑائی ہوئی ہیں اور واضح بات ہے کہ دشمن کی شہادت قبول نہیں کی جاسکتی۔

آیئے تجزیہ کریں

پہلی بات یہ ذہن میں رکھیں کہ طلاق پندرہ سال کے بعد ہوئی ہے۔دوسری بات پر بھی غور فرمائیں کہ سیدِ کل صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زینب! آپ کو میرے اس نوکر سے شادی کرنی ہے اور پھوپھی زاد بہن نے یہ حکم بسر وچشم قبول کرلیا وہ عورتوں کے طعنے سنتی رہیں کہ وہ اعلیٰ خاندان کی تھیں قریشی تھیں ہاشمی تھیں۔ان کا نکاح ایک آزاد کردہ کالے غلام سے کردیا گیا یہ تو پھوپھی زاد بہن کے ساتھ انصاف نہیں ہے۔یہ طعنہ باز خواتین غیر مسلم تھیں ان کا محبوب مشغلہ ہی رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف طومار بازی تھی۔یہ ساری باتیں حضرت زینب رضی اللہ عنہ کو اپنے راستے سے ہٹا نہیں سکیں۔انہوں نے پندرہ

سالوں کا طویل عرصہ مہر بہ لب گزار دیا۔

اب ذرا اس شخص کے باطل نظریات کا تجزیہ کرتے چلیں۔ زینب رضی اللہ عنہا، سید کل کی پھوپھی زاد ہیں وہ جوان ہیں ابھی پردے کا حکم بھی نازل نہیں ہوا پھر ہر مومنہ کا سرکار صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہے وہ محفلِ نبوی میں حاضر ہوتی ہیں۔ کیا آپ نے پہلی مرتبہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو دیکھا تھا؟ آپ تو انہیں زندگی کی ابتدا سے دیکھ رہے تھے۔ آج پہلی مرتبہ تو نہیں دیکھا تھا لہٰذا اس مصنوعی کہانی کی پہلی کڑی ہی ٹوٹ گئی ہے اور جھوٹ کا جھوٹ آشکار ہو گیا ہے۔ اب آگے بڑھیں۔ وہ کہتا ہے کہ ان کا مہر کوئی نہیں تھا۔ آپ اگر اپنی معتبر کتابیں پڑھیں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے بھائی نے نکاح کر کے دیا تھا اور چار سو درہم مہر مقرر ہوا تھا۔ یہ سب معتبر کتب میں موجود ہے۔ اب یہ کہانی بھی ختم ہوئی کہ نکاح آسمان پر ہوا تھا اب اس ہوائی کی بھی ہوا اڑ گئی کہ مہر مقرر نہیں ہوا تھا۔ (تہذیب، ابن ہشام، ابن کثیر، ابن حجر، اصابہ، فتح الباری وغیرہ ملاحظہ ہوں)

تین افراد کی عظمت:

اس پورے واقعے میں تین افراد کی عظمت ہے ذرا پلٹ کر دیکھیں کہ یہ عظمت کیسے حاصل ہوتی ہے۔

۱۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم عظیم ہیں کہ انہوں نے سابقہ ساری روایاتِ رنگ و نسل کو توڑ کر اپنی پھوپھی زاد کی شادی ایک آزاد کردہ سیاہ رنگ غلام سے کر دی۔ آپ اگر چاہتے تو ان سے خود شادی فرما سکتے تھے مگر ایسا نہیں کیا۔

۲۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا عظیم ہیں کہ انہوں نے اپنے آقا کے حکم پر ایک کالے آزاد کردہ غلام سے اپنی مرضی کے خلاف شادی کی۔ ۱۵/سال اسی حال میں گزارے کہ انہوں نے اپنے مرض کا کسی سے ذکر نہیں فرمایا۔ جنسی رابطہ تو ہو نہیں سکتا تھا کہ وہ مرض رتقا میں مبتلا تھیں مگر یہ رابطہ نہ ہو سکنے کے باوجود محض اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ خاموش رہیں۔ ان کے اس ایثار کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طبع انور پر کتنا بڑا اثر ہوگا یہ اللہ کریم کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتے ہیں۔

۳۔ حضرت زید عظیم ہیں کہ وہ ۱۵/سال تک لوگوں کے طعنے سنتے ہیں، افواہیں سنتے ہیں مگر وہ سرکار کے سامنے زبان نہیں کھولتے اور بیوی کے ہوتے ہوئے حقیقی طور پر بیوی سے محروم رہتے ہیں۔ ان کی وجہ سے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر بھی حرف آتا ہے مگر آپ سب کچھ خاموشی سے برداشت کرتے جاتے ہیں۔

آیت کا اصل مطلب:

اب ذرا اس آیۂ کریمہ کی طرف آیئے جس کے حقیقی مفہوم کو نہ سمجھتے ہوئے ہمارے بعض مفسرین نے اس من گھڑت کہانی کو تفسیر کا حصہ بنا دیا اور پھر سارے اعتراضات پیدا ہو گئے جن کی طرف مختصراً ہم نے اشارہ کیا۔ یہ سورۂ احزاب پارہ/۲۲ کی آیت/۳۷ ہے عبارت تبرکاً پیشِ خدمت ہے اور ترجمہ بھی حاضر ہے۔

واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ امسک علیک زوجک واتق اللہ وتخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ وتخشی الناس. واللہ احق ان تخشاہ. فلما قضیٰ زید منہا وطراً زوجنا کہا لکی لایکون علی المؤمنین حرج فی ازواج ادعیائہم اذا قضوا منہن وطرا وکان امر اللہ مفعولا.

ترجمہ: محبوب! یاد کیجیے جب اسے فرما رہے تھے جس پر اللہ تعالیٰ کا انعام تھا اور آپ کا بھی انعام تھا کہ تو اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھ اور اللہ تعالیٰ سے ڈر تو اپنے جی میں جو چھپائے بیٹھا ہے اللہ اسے ظاہر فرمانے والا ہے۔ تو لوگوں سے ڈر رہا ہے حالاں کہ اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حق رکھتا ہے کہ تو اس سے ڈرے پھر جب زید کی غرض اس سے پوری ہو گئی تو وہ ہم نے آپ کے مکاں میں دے دی تا کہ مؤمنوں پر کوئی حرج نہ رہے ان کے لیے پالکوں کی بیویوں کے بارے میں جب کہ وہ ان سے اپنا مطلب پورا کر لیں اور اللہ تعالیٰ کا کام ہو کر رہتا ہے۔

کئی ٹھوکریں:

آیت کے مفہوم میں اسی خودساختہ قصے کی وجہ سے بعض مفسرین نے کئی ٹھوکریں کھائیں۔

۱۔ **وتخفی فی نفسک ماللہ مبدیہ** کا خطاب انہوں نے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سمجھا حالاں کہ یہ سرکار رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حضرت زید رضی اللہ عنہ کو خطاب ہے۔

۲۔ وتخشی الناس کا بھی ان حضرات نے خطاب نبی علیہ السلام کے لیے سمجھا اور یہ خیال نہ فرمایا کہ ان دوٹھوکروں کا اثر ختم المرسلین علیہ السلام کی ذات ستودہ صفات پر کتنا منفی پڑ رہا ہے۔ان کی تشریح کے مطابق پہلے فقرے کا مطلب یہ ہوا کہ آپ دل میں کچھ چھپا رہے ہیں اور زبان پر کچھ لا رہے ہیں کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک امام المعصو مین ہوکر ایسا کر سکتے ہیں؟ ہر گز نہیں۔

دوسرے فقرے کا مطلب یہ ہوا کہ آپ لوگوں سے ڈرتے ہیں حالاں کہ آپ کو اللہ کریم سے زیادہ ڈرنا چاہیے کیا یہ جملہ اس نبی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار سے ذرا بھی لگّا کھاتا ہے جس نے فاران کی چوٹی پر چڑھ کر ساری دنیا کے کفر وشرک کو چیلنج کیا اور اسی بنا پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وحیدر رضی اللہ عنہ نے آپ کو ساری دنیا سے بڑھ کر بہادر قرار دیا۔

۳۔ ان دوٹھوکروں نے مل کر راہ ہموار کردی اور اس کذاب ومفتری کی جھوٹی داستان کو ان حضرات نے تفسیر قرآن بنادیا اور بے شمار لوگوں نے اس تفسیر کو قرآن سمجھ کر قبول کرلیافاعتبرو یا اولی الالباب۔

قرآن کا حقیقی مفہوم:

آیتِ شریفہ کے پہلے جملے میں ارشاد ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یادفرمایئے! جب آپ اسے فرمارہے تھے جس پر اللہ تعالیٰ انعام فرمایا اور آپ نے بھی انعام فرمایا۔

یہ صاحب جن پر انعام ہوا وہ حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ تھے انعام کی مختصر نوعیت یہ تھی۔

اللہ تعالیٰ کے انعام:

۱۔ وہ بچے تھے کہ پکڑے گئے اللہ کریم نے انہیں رسول رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاشانۂ اقدس میں پہنچادیا۔

۲۔غلاموں میں وہ سب سے پہلے ایمان لائے۔

۳۔ان کے دل میں اس طرح محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ڈال دی کہ وہ والداور چچا کے ساتھ واپس جانے کے لیے تیار نہ ہوئے۔

۴۔قرآن حکیم میں وضاحتاً صرف حضرت زید رضی اللہ عنہ کا نام استعمال ہوا ہے کسی اور صحابی کا نہیں ان کے علاوہ بھی کئی انعامات ہیں جن کا تعلق ہمارے موضوع سے نہیں ہے۔اسی کو اللہ کریم نے انعم اللہ علیہ کے مبارک الفاظ سے ذکر فرمایا ہے۔

رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انعامات:

رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت زید رضی اللہ عنہ کو انعامات سے نوازا۔

۱۔ وہ غلام تھے انہیں آزاد فرما کر زندگی کے حقیقی لطف سے نوازا۔

۲۔ اپنی پھوپھی زاد کا رشتہ آپ کو دلا کر فخر سے ان کا سر بلند کردیا۔

۳۔اپنے یہاں انہیں زندگی کی ساری سہولتیں دیں۔

۴۔ ان کے صاحبزادے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو بھرپور محبت سے نوازا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ ان کی ناک صاف فرماتی تھیں۔اس پہلے جملے سے آگے ارشادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم آتا ہے۔ ہم علمی زبان میں کہہ سکتے ہیں کہ تقول (آپ فرمارہے تھے) کا اگلی عبارت مقولہ ہے یعنی آپ فرمارہے تھے۔کیا فرمارہے تھے یہ کہ امسک علیک زوج (اپنے بیوی کو اپنے یہاں رکھو) یہ چار جملے یکے بعد دیگرے ارشاداتِ نبوی ہیں۔ترتیب یوں ہے۔

۱۔اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دیجیے۔(طلاق نہ دیجیے اور)

۲۔اللہ کریم سے ڈریے۔

۳۔آپ نے دل میں کچھ چھپا رکھا ہے۔

۴۔اللہ تعالیٰ اسے ظاہر فرمانے والا ہے۔

چاروں جملوں کو غور سے پڑھیے۔یہ ارشاداتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور روئے سخن حضرت زید کی طرف ہے تیسرا جملہ غیب کی خبر ہے جو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم دے رہے ہیں۔بات زید رضی اللہ عنہ کے دل میں ہے مگر سرکار سے مخفی نہیں ہے کہ وہ مزکیِ قلوب وارواح ہیں۔ان کی نگاہ سے غلام کے دل کی بات چھپ نہیں سکتی آخری جملہ پیش گوئی ہے اب یہ آپ کے دل کی بات راز نہیں رہے گی۔

ہم پیچھے اشارتاً حضرت زید رضی اللہ عنہ کے دل کی بات عرض کر چکے ہیں کہ وہ حضرت زینب رضی اللہ کی تکلیف کا ذکر نہیں کرنا چاہتے تھے اور اس وجہ سے مسلسل طعن وتشنیع کا نشانہ بنے ہوئے تھے مزید برآں ان کے صاحبزادے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ پر بھی

غلاظت کے چھینٹے پڑ رہے تھے مگر وہ غلام ہیں اور معاشرہ جو غیر اسلامی ہے انہیں بولنے کی اجازت نہیں دیتا۔

عبارت سے ضمناً معلوم ہوتا ہے کہ انہیں طلاق کی اجازت مل گئی تھی تاکہ وہ راز افشا ہو سکے جو آج تک ان کے سینے میں چھپا ہوا تھا۔ اب طلاق ہوگئی پھر انہوں نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نامی خاتون سے شادی فرمائی اور سال ڈیڑھ کے اندر ان کے یہاں بچے کی ولادت ہوئی۔ اس ولادت نے الزامات کے غبارے سے ہوا نکال دی۔ ثابت ہوا کہ سیدنا زید رضی اللہ عنہ کو قوت مردی کا کوئی مرض نہیں تھا پھر یہ بھی ثابت ہوگیا کہ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ آپ ہی کے صاحبزادے ہیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کی سب الزامات سے برأت ہوگئی۔ یہ اللہ کریم کا پانچواں بہت بڑا انعام تھا۔

ناسمجھی کی حد ہوگئی:

اوپر سے مذکور پہلے دو جملوں کو تو بعض مفسرین نے حضرت زید کے لیے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب قرار دیا مگر آخری دو جملوں کو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اللہ کریم کا خطاب قرار دے کر وہ لغویات تفاسیر میں بھر دیں جس نے کئی شکوک، الزامات اور لغویات کو جنم دیا اور پھر مختلف حضرات نے دوراز کار تاویلات کا سہارا لیا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ ۵۵ر سال کی عمر میں شہید ہوئے تو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا ۳۵ر سال کی تھیں۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا ام المومنین بن گئیں:

آیۂ کریمہ کے اگلے حصے میں اللہ کریم نے عربوں کی ایک خود ساختہ شریعت کا خاتمہ فرمادیا۔ وہ منہ بولے بیٹے کی بیوی سے اس آدمی کا نکاح ناجائز قرار دیتے تھے جو اسے منہ بولا بیٹا بتاتا تھا۔ سید کل صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ آپ زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمائیں پھر سیدہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہوا ان کے وارث ان کے بھائی تھے، مہر مقرر ہوا جس کی تفصیلات ہم عرض کرچکے ہیں۔ زینب رضی اللہ عنہا جو کل تک حضرت زید رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں آج وہ ام المؤمنین بن گئیں اسی حیثیت سے جنت میں تشریف لے جائیں گی۔

یہ ذرہ نوازیاں:

آپ کو پتا ہے کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد تھیں۔ آپ کے حکم پر انہوں نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو قبول فرمایا تھا۔ ۱۵ر سال کا طویل عرصہ بڑی خاموشی سے وہاں گزارا تھا پھر وہاں سے جب طلاق ہوئی ہوگی تو آپ کے دل پر کیا بیتی ہوگی۔ پھر اسی بے کسوں کے کس اور بے سہاروں کے سہارے صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی دل جوئی فرمائی جس طرح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فرما چکے تھے۔ سیدہ کے دل کے پیمانے سے محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم چھلک رہی تھی۔ اب ٹوٹے دلوں کو رعنائیاں اور بگڑے نصیبوں کو رفعتیں دینے والے تشریف لائے اور انہیں ام المؤمنین کا نورانی جوڑا پہنادیا۔ آپ نے دیکھا کہ سید المرسلین کے یہاں بھی ان کی اولاد نہ ہوئی کیوں کہ وہ قابلِ اولاد نہ تھیں۔ اس سے حضرت زید رضی اللہ عنہ کا دامن مزید صاف ہوگیا اور سیدہ رضی اللہ عنہا قربِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پاکر حصولِ اولاد کی خواہش کو ہمیشہ کے لیے بھول گئیں۔ قرآن نے آیت کے آخر میں کہہ دیا یہ سب کچھ امرِ ربی تھا اور امرِ ربی ہوکر رہتا ہے کوئی روک نہیں سکتا۔ کوئی اسے ٹال نہیں سکتا کوئی اسے مؤخر نہیں کرسکتا۔ ہماری اس وضاحت سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نورانی دامن صاف ہوگیا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کی پوزیشن واضح اور صاف ہوگئی۔ اس مصنوعی واقعے کی آڑ میں جو لغویات سید کل صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بیان کی گئی تھیں وہ بھی ختم ہوگئیں۔ خاندان نبوت کا دفاع ہوگیا اور یہی ایک مسلمان کے لیے زندگی کا مشن بھی ہے اور آخرت کا اعزاز بھی۔

اگر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض آجائے تو اس سے دو خرابیاں لازم آتی ہیں۔

۱۔ پہلی بات یہ ہے کہ آپ معصوم ہیں اور ایسی حرکاتِ مذمومہ کی نسبت معصوم کی طرف کفر ہے۔

۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر دامنِ نبوت داغ دار ہوجائے تو آپ ان کی پیروی اور اتباع کیسے کریں گے؟ وہ تو پھر صرف ایک عام لیڈر بن جائیں گے جن کی اطاعت واجب نہیں رہے گی۔

ہمیں اپنے نبیِ مکرم، محبوبِ معظم، امامِ محترم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھرپور دفاع کرنا ہے۔ اپنا تن، من، دھن ان کے لیے قربان کرنے سے دریغ نہیں کرنا ہے تاکہ اس دنیا میں سرخرو رہیں اور قیامت میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لواء الحمد کے نیچے پناہ پاسکیں۔

﴿....﴾

میں بڑا آدمی بنوں گا

(بچوں کی اصلاح وتربیت کے حوالے سے والدین کے لیے خاص تحریر)

از: اویس شیرازی، لاہور

ہماری سوسائٹی میں جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو والدین اپنے بچوں کے لیے بڑی عجیب سی پلاننگ کرتے ہیں اور جب بچے بڑے ہوتے ہیں تو ان کی سوچ بھی ویسی ہی ہوتی ہے۔ میں اپنے بچے کو بڑا آدمی بناؤں گا میں اپنے بچے کو ڈاکٹر بناؤں گا میں اپنے بچے کو انجینئر بناؤں گا میں تو اپنے بچے کو فوج میں بھیج دوں گا۔ بچہ سوچتا ہے میں تو پائلٹ بنوں گا میں تو آئی اے ایس آفیسر بنوں گا وغیرہ وغیرہ۔ پھر ہوتا یہ ہے کہ اکثر تو وہ بن ہی نہیں پاتے جس کا خواب انہوں نے دیکھا تھا اور کچھ وہاں پہنچ بھی جاتے ہیں جو انہوں نے سوچا تھا لیکن بڑھاپا اور پھر موت سب ختم کر دیتی ہے۔ سمجھ میں تو یہی آتا ہے کہ یہ بننا بنانا کچھ نہیں ہے بس کچھ دیر کے لیے بن کر مٹنا ہے مگر وہ لوگ جو اولیاء اللہ کہلاتے ہیں، جن کے واسطے دے دے کر ہم دعائیں کرتے ہیں اور جن کے ذکر اور ناموں سے ہم سرور پاتے ہیں ان کا معاملہ ہی کچھ اور ہے۔ ان کے والدین اور خود یہ بھی بڑے ہو کر زندگیوں کے بارے میں منصوبہ سازی کرتے ہیں، محنت کرتے ہیں اور بڑے آدمی بنتے ہیں وہ ایسے بنتے ہیں کہ دنیا سے جا کر بھی نہیں مٹتے اور کبھی مٹیں گے بھی نہیں۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی، حضرت امام حنبل، حضرت غوثِ پاک، حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری، حضرت غریب نواز، حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی اور حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور بہت سے اولیا ہیں جنہوں نے وہ مقام حاصل کیے کہ کئی سو سال گزرنے کے بعد بھی ان میں کوئی کمی نہیں آئی۔ یہ بھی اسی دنیا میں پیدا ہوئے اور انہوں نے بھی وہی دنیا پائی جو ڈاکٹروں، انجینئروں اور سرمایہ کاروں نے پائی۔ انہوں نے بھی روزگار کے لیے محنت کی بلکہ ان کا چلن تو ایسا رہا کہ کسی سے کچھ مانگنا کبھی مناسب ہی نہیں سمجھا۔ ذرا اندازہ لگاؤ کہ ان کے بننے میں اور ہمارے معاشرے کے دوسروں کے بننے میں کتنا فرق ہے؟ اتنا وقت گزر گیا لیکن ان کا مقام آج بھی روشن ہے لیکن ان کے دور کے بادشاہوں، بڑے بڑے سرمایہ داروں اور دوسروں کا کوئی مقام کہیں نظر نہیں آتا۔ ایک دنیا ہے جو ان بزرگوں پر رحمتوں کی دعا کرتی ہے۔ جنہوں نے ان کو دیکھا بھی نہیں ان کے واسطے دے دے کر دعا کرتے ہیں۔ ہر انسان اپنی سمجھ کے مطابق ان کی تعظیم کرتا ہے۔ کیا مقام ہے کیسی بادشاہی ہے۔ سالہا سال گزر گئے ان کے چرچے ہیں۔ آخر ماجرا کیا ہے؟

کوئی فرق ضرور ہے ان کے اور ہمارے بیچ لیکن کہاں پر۔ شاید ان کے والدین کی سوچ سے فرق شروع ہوا ہے۔ شاید ان کے والدین نے نکاح کے بندھن میں بندھتے وقت یہ سوچ لیا تھا کہ ہمیں اپنا کردار اسلامی رکھنا ہے اور پھر ان کی دعاؤں میں یہ دعائیں بھی شامل ہوگئی تھیں کہ ان کی اولاد نیک ہو۔ لگتا ہے کہ ان کے والدین نے ان کی پیدائش پر باقاعدہ کمر باندھ لی ہوگی کہ ہم اپنے بچے کو ایک اچھا مسلمان بنائیں گے اور ایک ایسا مسلمان جو دنیاوی علوم وفنون کو ایک مسلمان کی طرح سیکھے گا اور اس پر عمل بھی ایک مسلمان کی طرح کرے گا۔ مجھے لگتا ہے انہوں نے سب سے پہلے اپنے بچے کا اسلامی نام ڈھونڈا اور رکھا ہوگا۔ جب یہ بچہ بڑا ہوا ہوگا تو انہوں نے اپنے بچے کو ضرور اسلام کے بارے میں بتانا شروع کر دیا ہوگا۔ تھوڑا اور بڑا ہوا ہوگا تو اسے قرآنِ پاک پڑھانا شروع کر دیا ہوگا۔ ساتھ ساتھ کھانا کھانے، پانی پینے کا سنت طریقہ سکھایا ہوگا۔ کچھ عرصے بعد نماز سکھا دی ہوگی پھر اپنے بچے کو بٹھا کر بتایا ہوگا۔ بیٹا! ہمیں ہمارے رب جل جلالہ نے اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے لہٰذا ہماری زندگی کا مقصد اپنے رب جل جلالہ کی عبادت، رب جل جلالہ کے حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے کے مطابق کرنی ہے اور سلطانِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے محبوب ہیں۔ ہم ان سے اپنے ہر رشتے اور ہر شی سے زیادہ بلکہ اپنی جان سے بھی زیادہ محبت کرتے ہیں۔ بچے نے مسکرا کر ایک عزم سے سر ہلایا ہوگا۔ یہ سب تو اسے پہلے ہی بتا اور سکھا دیا گیا تھا پھر ایک دن بچے کو اس وقت کے اسکول کے بارے میں بتایا ہوگا۔ اسے سمجھایا

گیا ہوگا کہ اسے تعلیم بھی حاصل کرنی ہے اور آگے چل کر زندگی میں رزقِ حلال کمانے کے طریقے بھی سیکھنے ہیں لیکن صرف ایک انسان کی حیثیت سے نہیں ایک مسلمان کی حیثیت سے مگر یہ سب ہمارا مقصد نہیں۔ ہمارا اصل مقصد تو اپنے رب جل جلالہ اور حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے کے مطابق عمل کرنا ہے۔ اس بچے نے اپنے ذہن میں سوچا ہوگا تو اس کے ذہن میں زندگی کا یہی مقصد آیا ہوگا۔ یہ وہی مقصد ہے جو شب و روز کی محنت سے اسے سکھایا گیا تھا۔ بس جب اس کی سوچ اپنے والدین کی سوچ سے مل گئی ہوگی اسی لمحے ایک وہ بچہ آنے والے کل کے ایک ایسے انسان کی چلتی پھرتی تصویر میں بدل گیا ہوگا جو ایک کامیاب مسلمان بنے گا اور ایسا مقام پائے گا جس میں اس کے دنیا سے جانے کے بعد بھی کمی نہیں آئے گی۔

واہ کتنا فرق ہے اپنے آپ کو صرف مسلمان کہنے والوں اور اپنے آپ کو مسلمان بنانے والوں میں۔

عزیز نونہالو! اب آپ بتاؤ کہ آپ کس طرح کے بڑے انسان بنو گے دنیاوی بڑے انسان یا دینی بڑے انسان۔ عقل مندی تو یہی ہے کہ دینی حیثیت سے اپنی پوزیشن بڑی بنائیں تاکہ آپ کے بعد دنیا عزت واحترام سے آپ کو یاد کرے۔

☆☆☆

تعلیم کے ساتھ ساتھ ہنر بھی حاصل کرو

آج کل کے دور میں وہی شخص زیادہ کامیاب ہوتا ہے جس کے پاس کوئی ہنر ہو۔ ہنر کے بغیر انسان بے کار ہوتا ہے۔ ہمارے ملک میں آج کل جیسے حالات جا رہے ہیں اِس میں ہنر کا حاصل کرنا تو بہت ضروری ہے۔ اگر آپ کے پاس ہنر ہے تو آپ کامیاب زندگی گزار سکتے ہیں۔ آج کل پڑھے لکھے نوجوان بے روزگار نظر آتے ہیں۔ وہ بس ساری عمر ڈگریاں حاصل کرنے میں ہی لگے رہتے ہیں اور کوئی ہنر نہیں حاصل نہیں کرتے۔ جس کی وجہ سے جب اُن کو کوئی نوکری نہیں ملتی تو وہ مجبور ہو کر خودکشیوں پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ ہنر مند آدمی کبھی کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔ وہ اپنے ہنر کی بدولت اپنی زندگی بہتر طور پر گزار سکتا ہے۔ ہنر مند آدمی کی ہر کوئی عزت کرتا ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ نوجوانوں کو تعلیم کے ساتھ ساتھ کوئی ہنر بھی سکھائے جس سے طالب علموں کو فائدہ حاصل ہو سکے۔ اِس کے لیے ضروری ہے کہ حکومت اسکولوں اور کالجوں کی سطح پر کمپیوٹر اور انگلش کو لازمی قرار دے تاکہ بچہ جب اسکول کالج سے باہر آئے تو اُس کو انگریزی اور کمپیوٹر آتا ہو۔ اِس کے علاوہ حکومت کو چاہیے کہ وہ ایسے ادارے بھی قائم کرے جہاں پر فارغ طالب علموں کو کوئی ہنر وغیرہ سکھانے کا بندوبست کیا جائے تاکہ وہ کوئی نہ کوئی ہنر سیکھ کر معاشرے کی ترقی میں اہم کردار ادا کر سکیں۔ مشاہدے میں ایک بات آئی ہے کہ وہ ملک ہمیشہ ترقی کرتا ہے جس کے لوگ ہنر مند ہوں۔ ہمارے یہاں ہنر مند لوگوں کی کوئی کمی نہیں ہے لیکن حکومت کی بے توجہی کی وجہ سے ہمارے یہاں ہنر مند لوگوں کی کمی ہو رہی ہے کیوں کہ اُن کے ہنر کی کوئی قدر نہیں کی جاتی جس سے وہ دل برداشتہ ہو کر اس کام کو چھوڑ دیتے ہیں۔

مرسلہ: **غلام مجتبیٰ**، بھیونڈی

☆☆☆

خوب صورت باتیں

- دنیاداری سے علاحدگی مومن کی معراج ہے۔
- وہ فقیر نہیں جو حرص و ہوس کی زندگی گزارے۔
- وہ نامکمل انسان ہے جس نے ساری زندگی طلب دنیا میں بسر کی۔
- اپنے بھائی سے ملتے وقت مسکرا دینا بھی صدقہ ہے۔ اچھی بات کہنا اور برائی سے روکنا اور بھٹکے ہوئے کو راہ دکھانا بھی صدقہ ہے۔
- جو وعدہ پورا نہیں کرتا اس کا کوئی دین نہیں۔
- جو شخص عیب جوئی کرتا ہے اور لوگوں پر آوازیں کستا ہے اس کے لیے بڑی تباہی ہے۔
- اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا اس لیے زمین پر فساد نہ کرو۔
- وہ قوم کبھی پاک نہ ہوگی جس میں کمزور شخص اپنا قرض وصول نہ کر سکے۔
- نماز پاکیزگی کے بغیر قبول نہیں۔
- اگر تم اپنے گناہوں کا بوجھ کم کرنا چاہتے ہو تو کثرت سے استغفار پڑھا کرو۔

مرسلہ: **عائشہ نصیر الدین**، ضلع پریشد گرلس ہائی اسکول، عثمان آباد

☆☆☆

ڈائری لکھنا سیکھو

ڈائری ہماری زندگی اور اعمال کو منظم اور مربوط کرنے کا ذریعہ ہے۔اس کے ذریعے انسان اپنی ذات اور شخصیت کی شناخت قائم کرتا ہے اس سے اسے اپنا جائزہ لینے اور محاسبہ کرنے کا بھرپور موقع ملتا ہے۔ یہ انسان کی سوچ کے زاویے کو وسیع کرتی ہے اسی کے ذریعے ہمیں اپنی کامیابیوں کا احساس ہوتا ہے۔ اگر ہم چاہیں تو اپنی تمام مصروفیات، معاملات، معلومات اور ذمے داریوں کو تحریری صورت میں لاسکتے ہیں۔ہمیں چاہیے کہ ہم ڈائری کے ذریعے اپنے یومیہ معاملات کا نظام الاوقات متعین کریں تاکہ خالقِ اکبر نے ہمیں جو یومیہ ۱۴۴۰ رمنٹ دیے ہیں ہم ان کو بہتر طور پر استعمال کر سکیں۔

ڈائری میں اپنے طور پر کافی معلومات کی گنجائش ہوتی ہے جس میں ایک حصہ ذاتیات کا ہوتا ہے۔اگر آپ کے پاس ڈائری نہ ہو تو تب بھی آپ نوٹ بک کو ڈائری کی جگہ استعمال کر سکتے ہیں اور اس کے ذریعے اپنے آپ کو منظم کر سکتے ہیں۔آپ چند صفحات کی نوٹ بک ہر مہینے خرید سکتے ہیں یا پورے سال کے لیے ضخیم (موٹی) سی نوٹ بک خرید لیں۔ بہر حال جو لوگ زندگی میں اپنے آپ کو منظم کرنا چاہتے ہیں وہ ڈائری کی شکل وصورت کے محتاج نہیں ہوتے۔ انہیں تو اپنے لائحہ عمل کے لیے کچھ ملنا چاہیے۔

مرسلہ: **فرحین کوثر**، مرحبا کالونی، لاتور

☆☆☆

جھوٹ سے نیک نامی ختم ہو جاتی ہے

پیارے ساتھیو! جس شخص کا کام جھوٹ بولنا ہو جائے وہ قیامت کے دن کب چھٹکارا پانے والا ہوگا؟ جس شخص کی زبان جھوٹی ہو جائے اس کے دل کے چراغ کو روشنی نہیں حاصل ہوسکتی۔ جھوٹ آدمی کو شرمندہ کر دیتا ہے، جھوٹ آدمی کو بے عزت کر دیتا ہے اور عقل مند آدمی جھوٹ سے پرہیز کرتا ہے۔

اس لیے ساتھیو! خبردار تم جھوٹ مت بولو کیوں کہ جھوٹ بولنے والا ذلیل اور بے اعتبار ہوتا ہے۔ جھوٹ سے زیادہ کوئی بُرا کام نہیں ہے۔اس سے نیک نامی ختم ہو جاتی ہے۔

مرسلہ: **محمد فراحین**، مبارکپور، اعظم گڈھ

☆☆☆

کیا کرنا چاہیے

- سچ انسان کو بھلائی کے راستے پر لے جاتا ہے۔
- تین چیزیں خلوص سے کرنی چاہیے۔رحم۔کرم۔دعا۔
- تین چیزوں کو یاد رکھنا ضروری ہے۔سچائی۔فرض۔موت۔
- جسم اور لباس کو پاک وصاف رکھنا آدھا ایمان ہے۔

مرسلہ: **ھاشم احمد شیخ** بدرالدین قریشی، دھولیہ

☆☆☆

جنت کی تمنا

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے ایک مرتبہ پوچھا کہ تم سب جنت میں جانے کی تمنا رکھتے ہو؟

تمام صحابہ نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تو حضور نے فرمایا ''امیدیں کم کرو اور اللہ تعالیٰ سے کماحقہ (حیا) شرم کرو''۔صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہم اللہ سے شرم کرتے ہیں۔

حضور نے فرمایا: حیا وہ نہیں جو تم سمجھتے ہو بلکہ حیا یہ ہے کہ تم قبروں اور اس کی تکلیفوں کو یاد کرو، پیٹ کو حرام کھانے سے محفوظ رکھو، دماغ کو برے خیالات کی آماجگاہ نہ بناؤ اور جو شخص آخرت کی عزت چاہتا ہے وہ دنیاوی زینتوں کو ترک کردے۔ یہی حقیقی شرم ہے اور اس سے بندے کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور جس بندے کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو جائے تو وہ یقینی طور پر جنت کا حقدار ہوگا۔

مرسلہ: **محمد اسامہ**، مومن پورہ، بائیکلہ ممبئی

☆☆☆

تباہ کرنے والی چیزیں

مشہور اسلامی مؤرخ ابن اثیر سے کسی نے پوچھا کہ کون سی چیزیں انسان کو تباہ کر دیتی ہیں۔

ابن اثیر نے جواب دیا کہ کنجوس کو دولت تباہ کر دیتی ہے، دولت مند کو زیادہ سے زیادہ دولت کمانے کی ہوس تباہ کر دیتی ہے، بدکردار کو خوبصورتی تباہ کر دیتی ہے اور اپنے علم پر ناز کرنے والے عالم کو اس کا غرور تباہ کر دیتا ہے۔

مرسلہ: **فرقان احمد**، مدھوبنی، بہار۔

﴿.......﴾

سخن فہمی

''الاحسان'' الٰہ آباد۔ایک مطالعہ

از: محمد توفیق احسن برکاتی مصباحی

خانقاہِ عارفیہ سید سراواں الٰہ آباد اتر پردیش سے شائع ہونے والا اپنی نوعیت کا منفرد ہندوستانی جریدہ سال نامہ ''الاحسان'' الٰہ آباد اپنی انفرادیت، جامعیت، حسن ترتیب، تنوع، ہمہ گیری اور افادیت کے سبب ایک نمائندہ یک موضوعی رسالہ ہے، جس نے قلیل عرصے میں ہندو پاک کے بے شمار اہل دانش، ارباب قلم اور شائقین علم وتحقیق کا وسیع حلقہ تیار کرلیا ہے، جس کا دوسرا شمارہ اس وقت برائے تبصرہ راقم کے پیش نگاہ ہے۔ اپنے امتیازی کالمز، تحقیقی مقالات، مکالمے، نمایاں گوشوں کی وجہ سے دور جدید میں متصوفانہ خیالات وافکار کی ترویج وتبلیغ اور سنجیدہ علمی طبقے کو اپنی جانب متوجہ کرنے میں پوری طرح کامیاب ہے۔

یہ سچ ہے کہ آج پوری دنیا امن وآشتی کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ اسے محبت ویگانگت کا چشمۂ شیریں درکار ہے، مغربی ویوروپی ممالک میں اسی لیے مذہب کا مطالعہ بڑا حیرت انگیز رخ اختیار کر رہا ہے۔ اس وقت مولانا جلال الدین رومی، سعدی شیرازی، امام غزالی وغیرہا اجل صوفیا کی نگارشات وتحقیقات کا مطالعہ زور پکڑ رہا ہے، اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ تشنہ لب انسانیت آسودگی کی متلاشی ہے اور یہ منزل اسے صوفیا کے احوال، تعلیمات، تحقیقات میں مل سکے گی، آج جو لوگ مغربی ممالک میں تیزی سے اسلام کے قریب ہو رہے ہیں اس میں صوفیا کے کردار وتعلیمات کو بے حد دخل ہے۔ چوں کہ یہاں امن ہے، محبت ہے، رواداری ہے، دل کا قرار ہے، روح کا سکون ہے۔

اس لیے موجودہ دور میں ''الاحسان'' یقینی طور پر بے قرار انسانیت کے لیے سامان راحت اور بے چین دلوں کے لیے وجہ طمانیت ہے، ہندوستانیوں کی طرف سے اہل مغرب کو بیش قیمت تحفہ ہے، اور باذوق قارئین کے لیے سامان مطالعہ بھی، جس کے لیے میں مدیر محترم حسن سعید چشتی، مرتبین، معاونین، مقالہ نگاران، سرپرستِ اعلیٰ مبلغِ اسلام شاہ احسان اللہ سعید چشتی دام ظلہ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ ان کی نگاہِ التفات نے اس بادۂ مستانہ کی طرف سب کی توجہ مبذول کرائی اور سامان آسودگی مہیا کیا بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اس رسالے کے ذریعہ یہ حضرات اکیسویں صدی عیسوی میں تصوف کی باقاعدہ ایک مستند، معتبر، محقق تاریخ لکھ رہے ہیں جو ارباب علم ودانش اور محبینِ تحقیق کے لیے بہت بڑا علمی تحقیقی ودعوتی سرمایہ ثابت ہوگی۔

۴۰۸ صفحات پر مشتمل یہ جریدہ ''بادہ وساغر، احوال، بادۂ کہنہ، تذکیر، تحقیق وتنقید، حاصل مطالعہ، بحث ونظر، شناسائی، صوفی ادب، زاویہ، پیمانہ اور مکتوبات جیسے گراں قدر، ممتاز ترین، متنوع، رنگا رنگ کالموں کی کہکشاں سے جگ مگا رہا ہے اور وقت کی بہت بڑی ضرورت کو پوری کر رہا ہے، اللہ عزوجل اسے نظر حسد سے محفوظ رکھے، آمین!

ابتدائی صفحات میں انتساب اور مشمولات کے بعد بادۂ وساغر کے کالم میں خواجہ ابوسعید ابوالخیر (جن کی شخصیت اور کارناموں پہ خصوصی گوشہ شامل جریدہ ہے) کی ایک ایک عربی اور فارسی رباعی مع ترجمہ موجود ہے اور تلاش بے خودی میں کوشاں انسانوں کو نشان منزل کا پتہ دے رہی ہے۔ شیخ ابوسعید چشتی کی مناجات وغزل، معروف شاعر اصغر گونڈوی کی غزل، علی ظہیر عثمانی صبا کی ایک غزل اور ڈاکٹر کوثر مظہری کی ایک فارسی غزل شاملِ شمارہ ہے۔ ابتدائیہ حسن سعید چشتی مدیر رسالہ نے چار صفحات میں پیش فرمایا اور واردات کے تحت مولانا ذیشان احمد مصباحی نے پانچ صفحے میں عصری تناظر میں تصوف کی صورت حال اور چند تلخ حقائق سے پردہ اٹھایا ہے اور اخیر میں چند سوالات بھی کیے ہیں جو بڑے اہم ہیں جن کا جواب تلاش کیا جانا چاہیے۔

بادۂ کہنہ کے تحت امام ابوالقاسم قشیری کے رسالۂ قشیریہ سے ماخوذ تحریر کا اردو ترجمہ مولانا اظہار احمد مصباحی کے قلم زرنگار سے زیب رسالہ ہے اور بہت ساری غلط فہمیوں کا ازالہ کر رہا ہے جو تصوف کے حوالے سے صوفیا کی تعلیمات کے نام پر پھیلائی جا رہی ہیں، عنوان ہے ''صوفیہ کے اعتقادی واصولی مسائل'' یہ کل دس صفحات کو سمیٹے ہوئے ہے اس کے بعد معروف فلسفی بوعلی ابن سینا کے نام شیخ ابوسعید ابوالخیر کے تاریخی خط اور ابن سینا کے جوابی مکتوب کو شامل کیا گیا ہے، یہ خط اور جواب خط بڑا اہم ہے اور تصوف ومعرفت کی بہت ساری حقیقتوں کو بے نقاب کرتا ہے،

ترجمہ نگار ہیں مولانا محمد فاضل صاحب، تذکرے کے کالم میں مولانا مجیب الرحمٰن علیمی نے شیخ ابوسعید احسان اللہ صفوی کے افادات کو ''فقیہ، متکلم، اورصوفی کے درجات'' کے عنوان سے مرتب کیا ہے جومختصر ہوتے ہوئے بڑے اہم ہیں اور درجنوں صفحات پر بھاری ہیں البتہ ایک حدیث (الفقر فخری) کے متعلق موصوف نے وضاحت کی ہے کہ ''صوفیہ کی محبوب احادیث میں سے ایک حدیث الفقر فخری کے بارے میں ناقدین علما نے نقد کیا ہے، مگر یہ قول بالکل درست ہے اور معناً قرآن سے ثابت ہے۔ (ص:۴۳) آگے صراحت کی گئی ہے کہ ''یہ حدیث روایۃً ثابت نہیں یا اس کے راوی بہت زیادہ ضعیف ہیں اس لیے علمی طور پر نقد کی گنجائش باقی ہے۔'' (ص:۴۳)

اس سلسلے میں عرض ہے کہ اگر الفقر فخری کو معناً تسلیم کر لیا جائے تو مطلب نکلے گا کہ فقر وجہ افتخار ہے اور وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جب کہ قرآن کہہ رہا ہے: وَوَجَدَکَ عَائِلًا فَاَغْنٰی، ہم نے آپ کو حاجت مند پایا سو غنی کر دیا۔

دوسرا قابل غور امر یہ ہے کہ صحیح احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فقر سے استعاذ اور پناہ مانگنا ثابت ہے چناں چہ بخاری، مسلم میں ہے: **اللھم اعوذبک من فتنۃ الفقر** (بخاری الدعواۃ، رقم ۵۸۹۱/)

سنن ابی داؤد میں ہے: **اللھم انی اعوذبک من الکفر والفقر**۔ (ص:۳۲۴، ج:۴، رقم ۵۰۹۰)

مزید یہ کہ امام سخاوی، ملا علی قاری، ابن حجر عسقلانی اور امام احمد قسطلانی نے الفقر فخری کو باطل اور موضوع قرار دیا ہے، ابن تیمیہ نے اسے کذب گردانا ہے۔ (مقاصد حسنہ، موضوعات کبیر، مواہب لدنیہ، کشف الخفا)

مجدد اعظم امام احمد رضا قادری نے خزانۃ الاکمل مقدسی، ردالمختار، اورنسیم الریاض کے حوالے سے یہ تحقیق پیش کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ارفع واعلیٰ میں لفظ یتیم، غریب، فقیر، مسکین، بے چارہ کا اطلاق ناجائز وحرام ہے۔

نسیم الریاض جلد رابع ص: ۳۷۸ میں ہے: (ترجمہ) ''امام بدر الدین زرکشی نے امام سبکی کی طرح کہا ہے کہ یہ جائز نہیں کہ آپ کو فقیر یا مسکین کہا جائے اور آپ اللہ کے فضل سے لوگوں میں سب سے بڑھ کر غنی ہیں خصوصاً اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''ہم نے آپ کو حاجت مند پایا سو غنی کر دیا'' کے نزول کے بعد، رہا آپ کا یہ فرمان کہ اے اللہ مجھے مسکین زندہ رکھ۔ الخ تو اس سے مراد باطنی مسکنت کا خشوع کے ساتھ طلب کرنا ہے اور الفخر فخری باطل ہے، اس کی کوئی اصل نہیں جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص:۱۲۶)

اس کالم کا دوسرا مقالہ مولانا عبدالمبین نعمانی دام ظلہ نے ''حسد وکینہ کی تباہ کاریاں'' کے عنوان سے تحریر فرمایا ہے اور اپنے مخصوص لب ولہجے اور جدید اسلوب میں اس موضوع کا حق ادا کر دیا ہے، سولہ صفحات کا یہ مقالہ افہام وتفہیم کے دروا کرتا ہے، اس کے بعد چار صفحات میں شہباز احمد نامی ایک نومسلم نے شاہ ابوسعید احسان اللہ چشتی دام ظلہ کے دست حق پرست پر اپنے اسلام لانے کا واقعہ بڑے دل چسپ انداز میں سپرد قلم کیا ہے جو بڑا دل پذیر اور فکر انگیز ہے۔

تحقیق وتنقید کے باب میں شامل ہونے والے مضامین ومقالات کی تعداد آٹھ ہے ملاحظہ ہو، تصوف: ایک انقلاب کی ضرورت'' (مولانا یٰسین اختر مصباحی) تصوف کی اجمالی تاریخ (پروفیسر یٰسین مظہر صدیقی) تصوف: مشرق ومغرب کے مختلف تصورات (وکی پیڈیا) شیخ ابن تیمیہ کا نقد تصوف، ایک مطالعہ (ضیاء الرحمٰن علیمی) چند مسائل تصوف: احادیث کی روشنی میں (مولانا کوثر امام قادری) اہل تصوف اور انسانیت (پروفیسر عقیل ہاشمی) کشف المحجوب: ایک جائزہ (ڈاکٹر شہزاد انجم) مولانا عبدالقدیر صدیقی کی خدمات (عرفان محی الدین قادری) یہ باب ص: ۶۶ سے ص ۱۸۳ تک کو محیط ہے اور اس جریدے کا اہم ترین باب ہے، جن میں پروفیسر یٰسین مظہر صدیقی، مولانا ضیاء الرحمٰن علیمی اور مولانا کوثر امام قادری نے محققانہ انداز میں موضوع کا حق نبھایا ہے اگر چہ پروفیسر موصوف کی تمام باتوں سے کلی طور پر اتفاق نہیں کیا جا سکتا مثلاً ایک جگہ لکھتے ہیں: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی صحابی کو دین وشریعت اور طریقت وانابت کا کوئی مخصوص علم نہ تو سکھایا تھا اور نہ ہی ان کو اعمال بتائے۔ (ص:۶۷) اس سلسلے میں انہوں نے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی پر تنقیدوں کی بوچھار کر دی ہے اور اپنی بات منوانے پر مصر ہیں، ان سے ادب کے ساتھ عرض ہے کہ وہ میر عبدالواحد بلگرامی کی معرکہ آرا کتاب سبع سنابل شریف ص: ۷۷، ۸۷ کا مطالعہ کر لیں ان کے تمام شبہات کا ازالہ ہو جائے گا اور تحقیق کی جہت بھی بدل جائے گی۔

مولانا ضیاء الرحمٰن علیمی نوجوان قلم کاروں میں اپنی الگ شناخت رکھتے ہیں، ریسرچ اسکالر ہیں، تحقیق وتنقید کے آدمی ہیں، خوب لکھتے ہیں اور موضوع پر کما حقہ روشنی ڈال کر اس کے مالہ وماعلیہ کا تجزیاتی مطالعہ کرنا ان کا خاص وصف ہے۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ یہاں بھی انہوں نے

اپنے موضوع کے تحت ۱۳۷؍حوالہ جات کی روشنی میں ۴۹؍صفحات کومحیط جامع اور پرمغز مقالہ سپرد قرطاس کیا ہے اور خوب خوب داد تحقیق دی ہے۔

حاصل مطالعہ کے تحت ماضی قریب اور زمانہ حال کے چند معروف مبلغین تصوف کی خدمات تصوف، حمایت تصوف، تعلیمات تصوف، اور صوفیانہ نقطہ ہائے نظر کی وضاحت ان کی مخصوص ترین کتب ہائے تصوف کی روشنی میں کی گئی ہے ''شیخ محمد الغزالی اور تصوف (ذیشان احمد مصباحی) فتح اللہ گولین اور تصوف (ڈوگن کاک ؍اشرف الکوثر) امام عبدالحلیم محمود اور تصوف (مولانا منظر الاسلام ازہری) سید یوسف ہاشم رفاعی اور تصوف (رفعت رضا نوری) علامہ محمد احمد مصباحی اور تصوف (طیب فرقانی) پروفیسر طاہر القادری اور تصوف (نورین علی حق) جیسے عنوانات کے تحت علی الترتیب ''الجانب العاطفی فی الاسلام'' ''Practice of the sufism'' ''التفکیر الفلسفی فی الاسلام'' ''الصوفیہ والتصوف فی ضوء الکتاب والسنۃ'' ''امام احمد رضا اور تصوف'' اور ''حقیقت تصوف'' کی روشنی میں بحث کی گئی ہے اور ان کتابوں کے حاصل مطالعہ کے ساتھ مصنفین کے نظریات تصوف کی وضاحت شامل گفتگو ہے، مقالہ نگاروں اور تجزیہ کاروں نے اپنے مطالعہ میں بڑا عمدہ محاکمہ کیا ہے اور لائق تحسین نتیجہ اخذ کیا ہے، کتابیں بڑی اہم ہیں، مصنفین بڑے عمدہ ہیں اور مطالعہ بڑا دل پذیر ہے، البتہ مولانا اشرف الکوثر، مولانا منظر الاسلام ازہری اور مولانا رفعت رضا نوری کے مضامین میں کتابت کی چند غلطیاں راہ پا گئی ہیں جو مرتبین کی دوبارہ توجہ کی متقاضی ہیں، اشرف الکوثر مصباحی کی تحریر میں ایک نمایاں سرخی ''اصطلاحی پہلو'' کی بجائے ''اصلاحی پہلو'' ہوگئی ہے (ص:۲۰۲) ایک جگہ ''علمی پہلو'' کو ''عملی پہلو'' ہونا چاہیے (ص ۲۰۵) مولانا منظر الاسلام ازہری کے مضمون میں یہ جملہ دیکھیں'' جنہوں نے اپنے اسلاف کی وراثت کی قدر پوری طرح سمجھا'' (ص:۲۰۹)

ص؍۲۱۰ پر'' سرکردہ ہرہنما'' ص؍۲۱۰ ہی پر نویں سطر میں'' بری سنجیدگی'' اس کے دوسرے پیراگراف میں ''صدر انور سادت کی دور حکومت تھی'' ص؍۲۱۱ پر ابتداہی میں ''ڈاعبدالحلیم'' اس میں سطر ۱۳ پر ''راشناسی'' ص؍۲۱۲ پر'' ڈاکٹر موصوف نیاس پر کڑی تنقید کی، سطر ۱۳ پر ''اگر بیرونی یہ بات صحیح نہیں'' سطر ۱۴ میں ''اس بارے جتنے نظریات ہیں'' اسی صفحے میں ''قشیری کی جگہ ''شیری'' کمپوز ہوگیا ہے۔ ازہری صاحب نے ایک جملہ لکھا ہے ''منطقیت سے پوری طرح لبریز اور عقلانیت سے بھرپور ہے۔ (ص: ۲۱۶) میں لفظ ''عقلانیت'' ذہن پر کافی گراں گزرتا ہے کیوں؟ یہ وہی بتائیں گے۔ ایک جگہ بانگ دہل کی بجائے ''بنا نگ دہل'' ہوگیا ہے۔ اس کی تصحیح پر توجہ کی ضرورت ہے، ہوسکتا ہے مولانا ازہری نے عجلت میں کمپوز کرواکے برقی پتہ پر ارسال کیا ہو اور مرتبین نے بغیر نظر ثانی کے شامل اشاعت کرلیا ہو۔ ورنہ ''عربی زبان اس کی اجازت نہیں دیتا، (ص۲۱۳) پر ضرور نگاہ رک جاتی، اور لفظ زبان کو ٹوپی نہیں پہنائی جاتی، دوپٹہ زیب سر کیا جاتا۔

اسی طرح مولانا رفعت رضا نوری کے مضمون میں ص: ۲۰۰ سطر ۱۲ پر وضاحتی جملے میں سوالیہ نشان زیادہ ہوگیا ہے'' پاکستان میں بین الاقوامی اسلامی کانفرنس کی مسلم اقلیت کمیٹی کے صدر بھی رہے؟ بحث ونظر کے کالم میں پروفیسر اختر الواسع اور مولانا مبارک حسین مصباحی کے مختصر اور طویل تاثرات کو جگہ دی گئی ہے پروفیسر صاحب نے سرسری گزرکر اپنی بات ختم کی ہے جب کہ مولانا مصباحی نے اسلام کے نظریۂ روحانیت کو بڑی عمدگی کے ساتھ مفکرانہ انداز میں واضح کیا ہے اور پانچ صفحات میں بڑا قیمتی مطالعہ پیش کیا ہے درست لکھا ہے ''اسلام میں روحانیت رہبانیت نہیں'' اتباع رسول کا نام ہے (ص: ۲۵۲) شناسائی کے کالم میں حسن سعید صفوی نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی شعبہ عربی کے موجودہ صدر، معروف دانش ور، مفکر ومحقق، خانقاہ کاظمیہ قلندریہ کے نمایاں فرزند پروفیسر مسعود انور علوی کو روبرو کیا ہے۔ اور بارہ سوالات کے جوابات حاصل کیے ہیں، پروفیسر موصوف نے بڑے سلجھے ہوئے انداز میں خانقاہ مذکور اور بانی خانقاہ کے حالات، علمی کارناموں، دعوتی خدمات، معمولات ورسومات، روابط پر روشنی ڈالی ہے اور عالمی تناظر میں تصوف کے حوالے سے ارباب عقل ودانش کے نظریات کو نمایاں کیا ہے اور تصوف کے مستقبل کو بڑا تابناک بتایا ہے۔ البتہ ایک جواب کی چند سطروں پر مبصر کی نگاہ ٹھہر گئی اور ابھی تک ٹھہری ہوئی ہے وہ یہ کہ ''حافظ شاہ علی انور قلندر نے اپنے عہد میں واقعات کربلا اور اس سے متعلق احوال وکوائف اور روایات کے سلسلہ میں جب بعض ایسے رسائل وکتب مطالعہ فرمائے جن پر ''سنیت زدہ'' بعض صاحبان نے کہیں کہیں اعتراضی حیثیت سے انگلی اٹھائی تھی تو آپ نے شہادۃ الکونین فی شہادۃ الحسین نامی مدلل ومحققانہ تصنیف سے ان کو مسکت جواب ہی نہ دیا بلکہ وہ ''مجالس عزا'' کے لیے ایک نہایت مستند واہم دستاویز بھی ہوگئی''۔ (ص: ۲۶۹)

مولانا مجیب الرحمٰن علیمی نے خانقاہ کاظمیہ قلندریہ، کاکوری کی تاریخ اور کارناموں کو اپنے عمدہ تذکرے میں سمیٹ کر ۳۲؍صفحات میں پیش کیا ہے یہ بھی اپنی جگہ پر بڑا اچھا، مواد سے بھرپور، مستند اور مدلل مقالہ ہے جو بڑی عرق ریزی سے لکھا گیا ہے اور موضوع کا حق ادا کرتا معلوم ہو رہا

ہے۔صوفی ادب کے باب میں پہلا مضمون پروفیسر مسعود انور علوی کا ہے جس میں انہوں نے حضرت امیر خسرو کی متصوفانہ فارسی شاعری کا بڑا خوب صورت محاکمہ کیا ہے، کہیں کہیں مولانا رومی کے افکار وتعلیمات سے اس کا تقابل بھی پیش کیا ہے اور دو چند مقامات پر اردو شعرا کے کلام سے بھی مدد لی گئی ہے پندرہ صفحات پر پھیلا ہوا یہ مقالہ امیر خسرو کی فکر وفن، زبان وبیان کی مختلف پرتیں کھولتا ہے اور ان کے صوفیانہ نظریات کی تفہیم میں بڑا معاون رہے گا، ڈاکٹر موصوف نے قول فیصل کے بطور یہ بات تحریر کی ہے ''غرض کہ امیر خسرو نہ صرف اپنے دور کے Genious تھے، ان کے بعد بھی ان کے جیسا ذہین اور ماہر فن پیدا نہ ہوا'' (ص:۳۱۹)

پروفیسر عقیل ہاشمی نے عہد عالم گیری کے مشہور دکنی شاعر ولی اورنگ آبادی کے تصوف پر بڑی جامع گفتگو کی ہے اور ولی کے مسلک تصوف کو ان کے اشعار کی روشنی میں نمایاں کر کے دکھایا ہے، ان کے مضمون میں ایک جگہ کمپیوٹر نے بڑی فاش غلطی کی ہے ''صوفیہ کرام کے عقیدے کے مطابق اللہ کے دین کے دوزخ ہیں'' (ص: ۳۲۵) اس جملے میں ''دوزخ'' کی بجائے ''دورخ'' ہونا چاہیے۔ پروفیسر عبدالمنان طرزی نے ''مولانا جلال الدین رومی، عظیم فلسفی اور صوفی شاعر'' کے عنوان پر منظوم تجزیاتی وتحقیقی مطالعہ پیش کیا ہے اور سوا سو اشعار کے ذریعہ سوز وگداز بھرے، تصوف آشنا رنگا رنگ ماہ ونجوم سے ملاقات کروائی ہے۔ دو شعر آپ بھی پڑھ لیں اور جھوم جائیں۔

بن گئی ہیں دوریاں وجہ سرور
یوں کیا ہے شرحِ عرفانی امور
ہے رموزِ عشق کی ایسی بہار
بن گئی جو بےقراروں کا قرار (ص:۳۳۲)

خصوصی گوشے میں پہلا مقالہ مولانا امام الدین سعیدی کے قلم سے لکھا گیا ہے، عنوان ہے ''شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ: شخصیت اور کارنامے'' جو ص: ۳۴۰ سے ۳۵۳ تک پھیلا ہوا ہے۔

بڑا وقیع، منفرد اور معلوماتی مقالہ ہے اور کافی محنت سے لکھا گیا ہے البتہ اس جگہ (پھر پانچ سال علم فقہ کی باقی جزئیات پر مہارت حاصل کی (ص: ۳۴۰) لفظ ''جزئیات'' مونث نہیں مذکر استعمال ہوگا، ایک دو جگہ کمپیوٹر نے اپنی فطرت دکھائی ہے، ملاحظہ ہو ''خواجہ نظام الدین اولیا قدس سرہ کے میں حاضرین سے ایک'' (ص ۳۵۲) اصل عبارت یہ بنے گی ''کے حاضرین میں سے ایک''۔ اسی طرح ص/۳۴۲ پر میہنہ کی جگہ مہینہ کمپوز ہوگیا ہے، بقیہ سب خیریت ہے۔

صاحبِ گوشہ کے تذکرے پر مبنی ایک کتاب ''اسرار التوحید فی مقامات ابی سعید'' کا ڈاکٹر سید شمیم الدین منعمی پٹنہ نے بڑا عمدہ تجزیاتی مطالعہ کیا ہے اور مختصر صفحات میں قاری کو ڈھیروں معلومات فراہم کی ہے، مذکورہ کتاب کے سنِ تالیف کی تعیین کے لیے بڑا دل لگتا اور حقیقت سے قریب تجزیہ روبرو کیا ہے اور مقامات ابوسعید کے خطی نسخوں کے حوالے سے عمدہ معلوماتی تحقیق شامل کی ہے۔ اس سے موصوف کے ذوق تحقیق وتفحص اور مدبرانہ ذہن کی عمدگی وشفافیت نمایاں ہوتی ہے ویسے منعمی صاحب ایک عمدہ نثر نگار، محقق، کامیاب پروفیسر، لائق وفائق خطیب وسجادہ نشیں اور درویش صفت انسان ہیں۔ ان سے اس جیسے تحقیقی مقالے ہی کی امید رکھنی چاہیے۔

اس باب کا تیسرا مقالہ مولانا اشتیاق عالم ضیا شہبازی نے ''خواجہ ابوسعید ابوالخیر کی مجالس وعظ'' کے عنوان سے تحریر فرمایا ہے اور اپنے خوب صورت انداز بیان، اور محقق جزئیات کے ذریعہ موضوع کا کامیاب احاطہ کیا ہے زبان بڑی صاف وشفاف اور متصوفانہ ہے، البتہ ایک جملہ ''جن کی ذات بڑی شفاف اور صفات مجموعہ ہمہ خوبی اوصاف تھی'' (ص:۳۶۱) راقم کو کھٹکتا محسوس ہوا۔ اس میں لفظ صفات میری سمجھ سے زائد ہوگیا ہے۔

پیمانہ کے تحت رسالے کے اخیر صفحات میں تصوف کے موضوع پر اشاعت پذیر نو کتابوں پر جامع اور تعارفی تبصرے پیش کیے گئے ہیں اور مکتوبات کے کالم میں ایک درجن سے زائد ارباب علم کے خطوط شامل ہیں جو الاحسان کے پہلے شمارے سے متعلق ہیں جو حوصلہ افزا بھی ہیں اور تحسین آفریں بھی۔

۴۰۸ صفحات پر مشتمل یہ تاریخی رسالہ ہر اعتبار سے ایک منفرد المثال کارنامہ ہے، جس کی کافی پذیرائی ہونی چاہیے۔

اس علمی وتحقیقی رسالے کو درج ذیل پتے سے منگایا جا سکتا ہے۔

شاہ صفی اکیڈمی خانقاہِ عارفیہ سید سراواں الہ آباد اتر پردیش
فون نمبر:9026981216/9560710973
مکتبہ طیبہ ۱۲۶/کامبیکر اسٹریٹ ممبئی ۳۔
فون نمبر:9323953352/23451292
حافظ سرفراز عارفی، سنی جامع مسجد، چھڑا بازار دھاراوی ممبئی۔
فون نمبر:9323861303

پیش رفت

دینی، دعوتی ملی اور مذہبی سرگرمیاں

از: ادارہ

جامعہ قادریہ اشرفیہ ممبئی میں نوجوان علما کو علامہ قمرالزماں اعظمی اور مولانا یٰسین اختر مصباحی کا فکر انگیز خطاب

’’اتحاد زندگی ہے اگر اتحاد نہ ہو تو انسان اپنی حقیقی قوتوں کا صحیح ادراک نہیں کرا سکتا اور خاص طور پر علمائے کرام، ائمہ مساجد اور سماج کے نمائندہ لوگوں کے لیے اتحاد آبِ حیات ہے مگر یہ بدقسمتی ہے کہ امتِ مسلمہ اب تک متحد نہیں ہو سکی ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اتحاد کا انتظار کرنے میں سارے کام پس پشت ڈال دیے جائیں اور عدم اتحاد کا شکوہ کیا جائے ہر انسان کو اپنی اپنی ذمے داری نبھانا چاہیے تو لاشعوری طور پر خود بخود ہم متحد ہو جائیں گے‘‘۔ ان خیالات کا اظہار ۴؍اپریل بروز پیر کو جامعہ قادریہ اشرفیہ چھوٹا سونا پور ممبئی میں منعقد علمائے کرام اور ائمہ مساجد کی ایک اہم میٹنگ میں برطانیہ سے تشریف لائے عالمی خطیب اور معروف داعی و مبلغ حضرت علامہ قمرالزماں اعظمی مصباحی نے کیا۔ انہوں نے میٹنگ میں موجود علمائے کرام سے زمانے کے حالات کو سمجھنے پر زور دیتے ہوئے کہا کہ اب اپنے مذہبی تشخص اور مسلکی تصلب کے ساتھ ہمیں آگے بڑھنا ہوگا اور آپسی اختلافات کے باوجود تعمیری اور مثبت کام کرنے ہوں گے۔ حضرت نے مزید فرمایا کہ جو لوگ اس وقت بھی آپسی اختلافات کو بڑھاوا دینے کی کوشش کرتے ہیں وہ بہت بڑے مجرم ہیں۔ علامہ قمرالزماں اعظمی نے ایسے لوگوں سے گزارش کی کہ خدارا گندگی کو مزید مت کریدیے کیونکہ گندگی کریدنے سے گندگی کم نہیں ہوتی بلکہ پھیلتی ہے۔ انہوں نے نوجوان علما کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ آپ دین کو مطمحِ نظر بنائیں ان شاء اللہ آپ کے معاشی حالات بھی مستحکم ہوتے چلے جائیں گے۔ علامہ نے کہا کہ ہر کام کوشش کرنے اور قدم آگے بڑھانے سے ہوتا ہے بغیر کوشش کے انسان کوئی مرتبہ بلند نہیں پا سکتا۔ ایک محسوس مثال کے ذریعے انہوں نے واضح کیا کہ آج الحمدللہ پورے یورپ میں علامہ شاہ احمد نورانی، علامہ ارشدالقادری اور میری (قمرالزماں اعظمی) کی انتھک کوششوں سے ساڑھے سات سو سے زائد مساجد ہیں اور مدارس، تعلیم گاہیں، اسلامک سینٹرز اور فلاحی ادارے اس پر مستزاد۔ یہ سب محنت اور کوشش کا ثمرہ ہے۔ حضرت نے اخیر میں فرمایا کہ آج انٹرنیٹ وقت کی اہم ضرورت ہے آج جو عرب دنیا میں انقلاب آیا ہوا ہے یہ سب انٹرنیٹ کی وجہ سے ممکن ہو سکا ہے تو جو انٹرنیٹ انقلاب لانے میں معاون ہو سکتا ہے کیا وہ کسی مذہب کی بنیادیں منہدم نہیں کر سکتا اور کیا اس سے اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا کام نہیں لیا جا سکتا۔

برصغیر کے معروف عالم و مصنف مولانا یٰسین اختر مصباحی نے کہا کہ کوئی بھی کام کرنے کے لیے محنت اور کوشش تو ناگزیر ہی ہے بغیر محنت کے کچھ نہیں ہوتا ہر کام لگن، جذبے اور کوشش سے ہوتا ہے لہٰذا ملی، سماجی اور مذہبی کام کرنے کے لیے بھی جدوجہد کرنا ہوگی۔ سماج کی اصلاح اور تعمیری کام کرنے کے لیے ہاتھ پر ہاتھ دھرے دوسروں کی طرف دست تعاون دراز کیے بغیر خود اپنے آپ سے شروع کرنا ہوگا۔ انہوں نے نوجوان علما جو مستقبل کے قائد ہیں، سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آپ جب کام شروع کر دیں گے تو تعمیری ذہن رکھنے والے لوگ بھی آپ کو مل جائیں گے اور جو لوگ مخالفت پر آمادہ رہتے ہیں وہ بھی ٹھنڈے پڑ جائیں گے۔ انہوں نے ایک اہم بات یہ کہی کہ مخالفت کی کبھی پرواہ نہیں کرنا چاہیے بلکہ مخالفت کے جواب میں اپنے کام کی رفتار اور تیز کر دینا چاہیے۔ مولانا نے نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ آپ جس مسجد یا جس مدرسے سے وابستہ ہیں وہاں اپنا کام محض ڈیوٹی سمجھ کر نہیں مشن اور مذہبی فریضہ سمجھ کر کیجیے اس سے برکت بھی ہوتی ہے اور دین کی تبلیغ بھی ہوتی رہتی ہے۔ انہوں نے اپنی تقریر اس بات پر ختم کی کہ ہم سوادِ اعظم ہیں اور بلاشبہہ پوری دنیا میں ہم سوادِ اعظم ہیں تو ہمیں چاہیے کہ سوادِ اعظم کے ایک فرد کی حیثیت اپنی ذمے داری پوری کریں اور سوادِ اعظم کی ترجمانی کریں اور اگر ہم ترجمانی کا فریضہ انجام نہیں دیتے تو پھر ہمیں اپنے سوادِ اعظم ہونے کے دعوے پر نظر ثانی کرنا چاہیے۔ انہوں نے مزید فرمایا کہ ہم کسی فرقے سے نہیں نکلے ہیں بلکہ آج جتنے بھی فرقے ہیں سب ہم سے نکلے ہیں اس اعتبار سے ہم کل ہوئے اور باقی سب اس کے اجزا لہٰذا ہماری کلیت کو استحکام اور فروغ اسی وقت مل سکتا ہے جب اس کے تقاضوں اور مطالبات کے مطابق کام کیا جائے۔

اس میٹنگ میں ممبئی اور مضافات ممبئی کے علمائے کرام، اساتذۂ مدارس اور ائمہ مساجد کی ایک کثیر تعداد موجود تھی ان میں خاص طور پر مولانا محمد شاکر نوری امیر سنی دعوت اسلامی ممبئی، حضرت سید معین الدین اشرف، مولانا فروغ القادری (برطانیہ)، مولانا معین الحق علیمی، مفتی زبیر

مصباحی، مولانا مظہر حسین علیمی، مولانا عبدالرب مصباحی، مولانا افتخار اللہ مصباحی، مولانا عبدالستار مصباحی، مولانا ابراہیم آسی، صادق رضا مصباحی، مولانا محمد احمد، قاری مشتاق احمد تیغی ،الحاج محمد سعید نوری ، مولانا عالم مصباحی، قاری ریاض الدین وغیرہ شامل ہیں۔

رپورٹ: صادق رضا مصباحی، ممبئی

خانقاہ عارفیہ سید سراواں، الہ آباد میں جشن یوم غزالی

۲۷؍مارچ بروز اتوار شریعت و طریقت کی سنگم خانقاہ عارفیہ (جامعہ عارفیہ) سید سراواں الہ آباد میں داعی اسلام شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی کی موجودگی اور سرپرستی میں جشن یوم غزالی کا انعقاد ہوا۔اس میں خصوصیت کے ساتھ ڈاکٹر سید شمیم الدین منعمی خانقاہ منعمیہ پٹنہ (بہار)، رئیس التحریر حضرت مولانا یٰسین اختر مصباحی دارالقلم دہلی، حضرت مولانا بدر عالم مصباحی استاذ الجامعۃ الاشرفیہ اور نبیرۂ حافظ ملت حضرت مولانا نعیم الدین احمد مصباحی شریک ہوئے ۔ان کے علاوہ جامعہ اشرفیہ مبارکپور، ضیاء العلوم خیرآباد اور محمد آباد گوہنہ کے مختلف اساتذہ اور علمائے کرام اس جشن میں حاضر ہوکر بزرگوں کے فیوض و برکات سے بہرہ ور ہوئے۔ان میں مفتی ظہیر حسن، مولانا عارف اللہ فیضی، مولانا نذیر احمد منانی، مولانا نصر اللہ اور مولانا امجد علی کے نام قابلِ ذکر ہیں۔۲۴؍۲۵؍۲۶؍مارچ کو طلبہ جامعہ عارفیہ نے مختلف مسابقتی پروگرام کا انعقاد کیا اور مقابلے میں اول، دوم، سوم پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ کو انعامات سے نوازا گیا۔

۲۷؍مارچ بروز اتوار بعد نماز عشا جلسے کا آغاز تلاوتِ کلام اللہ سے ہوا اس کے بعد نہایت ادب و احترام اور خلوص کے ساتھ حمدِ باری تعالیٰ اور نعت و منقبت کے اشعار گنگنائے گئے ۔ڈاکٹر شمیم الدین منعمی نے تصوف اور صوفیہ کے تعلق سے بڑا ہی پرمغز اور پر کیف خطاب فرمایا۔ انہوں نے گفتگو کرتے ہوئے چند اصطلاحاتِ تصوف کی توضیح کی اور کہا کہ صوفیہ کی اصطلاح میں مرد اس کو کہا جاتا ہے جو خواہشاتِ نفسانی سے پاک اور آزاد ہو۔

مولانا یٰسین اختر مصباحی نے تصوف و علم کو جمع کرنے کی دعوت دی اور خانقاہِ عارفیہ سید سراواں کے بارے میں کہا کہ قدیم مشائخ کے حالات اور خانقاہی نظام کے بارے میں جو کچھ کتابوں میں پڑھا کرتے تھے الحمد للہ اس کی رنگت اور جھلک یہاں آنکھوں سے دیکھنے کو ملتی ہے ۔آپ نے فرمایا جو صوفی ہے وہی صحیح معنوں میں عالم ہے اور جو صحیح معنوں میں عالم ہے وہی حقیقی صوفی ہے ۔اس کے بعد تصوف پر علمی تحقیقی اور دعوتی مجلّہ ''**الاحسان**'' کی رونمائی ہوئی۔ پورے پروگرام میں وجد و کیف کا عالم رہا نعت خوانی، حمد پاک اور تقاریر کے درمیان لوگ آہ و بکا اور گریہ زاری کرتے نظر آئے۔ صاحبِ سجادہ داعیِ اسلام حضرت شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی کی دعاؤں پر اس مبارک جشن کا ۱۲:۱۵ بجے اختتام ہوا۔تھوڑے سے وقفے کے بعد قدیم بزرگوں اور مشائخ کی طرز پر سماع کی محفل منعقد ہوئی جو فجر کی اذان سے قبل ہی ختم ہوگئی۔تمام حاضرین محفل نے فجر کی نماز با جماعت ادا کی نماز کے بعد فاتحہ ہوئی۔حاضرین نے لنگر تناول کیا اور عمل کے جذبے سے سرشار ہوکر اپنے گھروں کو لوٹے۔

☆☆☆

رابوڑی تھانہ میں سنی دعوت اسلامی کا روح پرور اجتماع

دعوت و تبلیغ کی عالمی تحریک سنی دعوت اسلامی کا ایک روزہ سنی اجتماع پہلی بار ۱۰؍اپریل کو وادی غوثیہ، سرکس گراؤنڈ، رابوڑی تھانہ میں معین المشائخ حضرت علامہ الحاج سید معین الدین اشرف اشرفی الجیلانی مدظلہ العالی کی سرپرستی میں منعقد ہوا جس میں خصوصیت کے ساتھ یوکے سے تشریف لائے عظیم داعی و مبلغ حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی اور ہالینڈ سے لائے معروف عالم دین حضرت علامہ مولانا شفیق الرحمٰن صاحب قبلہ عزیزی مصباحی نے شرکت فرمائی۔ اجتماع کا آغاز تلاوتِ قرآنِ کریم سے ہوا پھر نعت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گلہائے عقیدت پیش کیے گیے ۔مبلغین نے شرکائے اجتماع کی تربیت کی اور انہیں بنیادی مسائل سے آگاہ کیا۔

بعد نمازِ ظہر مقررِ خصوصی حضرت علامہ مولانا شفیق الرحمٰن صاحب قبلہ عزیزی نے سنی دعوتِ اسلامی کی دعوتی خدمات کو سراہتے ہوئے نماز کی اہمیت پر قرآن وحدیث اور سائنس کی روشنی میں پر مغز خطاب کیا۔آپ نے فرمایا کہ انسان کا وجود دو چیزوں سے اٹھا ہے ایک روح اور دوسرا جسم۔جسم کا تعلق عالمِ اسفل سے ہے جب کہ روح کا تعلق عالمِ بالا سے ہے ہم جسم کی نشو ونما اور بالیدگی کا کافی انتظام کرتے ہیں مگر روح کی تازگی کا انتظام نہیں کرتے۔انہوں نے سامعین کے جذبات کو جھنجھوڑتے ہوئے فرمایا کہ یاد رکھو! روح کی غذا نماز ہے، روح کی غذا ذکر الٰہی ہے ان دونوں کے بغیر زندگی گزارنے والا انسان زندہ نہیں بلکہ حقیقت میں مردہ ہے۔

خطاب کے بعد حضرت سید معین الدین اشرف صاحب کی اقتدا میں نماز مغرب پڑھی گئی۔بلبل باغِ مدینہ الحاج قاری محمد رضوان خان صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں نعتِ رسول پڑھ کر سامعین کو محظوظ کیا۔ بعدہٗ مفکر اسلام کا روح پرور ایمان افروز بیان عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان پر ہوا۔دلوں میں اتر جانے والے اس فکر انگیز اور پر معنی بیان نے پورے مجمع پر سکوت طاری کر دیا۔انہوں نے فرمایا کہ عشق رسول ایمان کا بنیادی جز ہے اگر عشق رسول نہیں ہے تو تمام عبادتیں اور نیکیاں کسی کام کی نہیں۔ یہ عشق رسول ہی تھا کہ ایک زمانے تک ہمارا سکہ رائج الوقت رہا اور پوری دنیا ہمارے

قدموں میں جھکی رہی ۔انہوں نے مزید فرمایا کہ جوں جوں زمانہ آگے بڑھتا جائے گا عشق رسول کی ضرورت شدت سے محسوس کی جاتی رہے گی۔ انہوں نے کہا کہ میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ عشق رسول ہی ہماری پسماندگیوں کا واحد حل ہے۔

اخیر میں امیر سنی دعوتِ اسلامی حضرت مولانا شاکر نوری رضوی کا خطاب ''عظمتِ قرآن'' کے موضوع پر ہوا۔آپ نے امتِ مسلمہ کو یہ پیغام دیا کہ قرآن تمام علوم وفنون کا جامع ہے قرآن سارے انسانوں کے لیے کتاب ہدایت ہے ہماری دنیا وآخرت کی کامیابی قرآن کی تلاوت اوراس کے احکام پر عمل پیرا ہونے میں ہے۔امیر سنی دعوتِ اسلامی نے قرآن سوزی کرنے والے امریکی پادری ٹیری جونس کی سخت مذمت کرتے ہوئے فرمایا کہ قرآن جلانا دراصل باطل طاقتوں کے خوف وہراس کا نتیجہ ہے چوں کہ یوروپی ممالک میں قرآن پڑھ کر لوگ اسلام کے دامن میں پناہ لے رہے ہیں اس لیے اسلام کی رفتار کو روکنے کے لیے یہ بد بختانہ عمل رونما ہوا۔آپ نے شرکائے اجتماع سے فرمایا کہ آج عہد کرو کہ ہم روزانہ قرآن پاک کی چند آیات ہی سہی مگر اسے ترجمے کے ساتھ پڑھ کر سمجھنے کی کوشش کریں گے اوراس پر عمل کرنے کی کوشش بھی کریں گے۔اس اجتماع میں ہزاروں مردوں کے علاوہ خواتین اسلام کی ایک بڑی تعداد بھی شریک تھی۔ ذکر ودعا اور صلوٰۃ وسلام پر یہ اجتماع بحسن وخوبی اختتام پذیر ہوا۔

مفکر اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی کو مفتی اعظم گولڈ میڈل ایوارڈ

عالمی داعی وخطیب مفکر اسلام حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی صاحب قبلہ مدظلہ العالی کی پچاس سالہ دینی ،دعوتی اور مذہبی خدمات کے اعتراف میں رضا اکیڈمی ممبئی نے ۳/اپریل ۲۰۱۱ء بروز اتوار انجمن اسلام وی ٹی ممبئی میں ایک عظیم الشان ''جشن خدمات قمر'' منعقد کیا جس میں خصوصیت کے ساتھ حضرت سید طاہر میاں صاحب قبلہ دام ظلہ سجادہ نشین بلگرام شریف، مولانا یٰسین اختر مصباحی، مفتی نظام الدین رضوی وغیرہ نے شرکت فرمائی۔ اس تہنیتی جلسے میں علمائے کرام نے حضرت مفکر اسلام کے حوالے سے اپنے اپنے تاثرات کا اظہار فرمایا۔اس جشن میں'' تجلیات قمر'' نامی کتاب کا اجرا بھی ہوا اس کتاب میں حضرت علامہ کے حوالے سے ملک وبیرون ملک کے علما ودانشوران کے تاثرات ومضامین شامل ہیں۔

پورا مجمع اس وقت نعرۂ تکبیر ورسالت سے گونج اٹھا جب حضرت سید طاہر میاں صاحب قبلہ کے مقدس ہاتھوں حضرت مفکر اسلام کو ''مفتی اعظم گولڈ میڈل ایوارڈ'' سے نوازا گیا۔پاور پوائنٹ کے ذریعے ان مساجد، مدارس اوراسلامی مراکز کی تصاویر بھی دکھائی گئیں جو حضرت مفکر اسلام اور دیگر علما کی کوششوں سے دنیا بھر میں خدمات انجام دے رہی ہیں۔WWW.ALLAMAAZMI.COM نامی ویب سائٹ کا بھی اجرا ہوا۔اس ویب سائٹ میں حضرت مفکر اسلام کے تعارف اور خدمات کی تفصیل موجود ہیں۔

علامہ قمر الزماں اعظمی کو اعزاز وتوصیف نامہ پیش کیا گیا

دعوت وتبلیغ کی عالمی تحریک سنی دعوت اسلامی نے مفکر اسلام خلیفۂ حضور مفتیِ اعظم مبلغ اسلام حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی مصباحی صاحب قبلہ کی خدمت میں ان کی بے پناہ دعوتی خدمات کی بنیاد پر چاندی سے مزین نعلین شریف پیش کی اس کے علاوہ منظوم توصیف نامہ بھی پیش کیا۔حضرت موصوف کو یہ اعزاز تحریک سنی دعوت اسلامی کے یک روزہ سنی اجتماع منعقدہ وادی غوثیہ، سرکس گراؤنڈ، رابوڑی تھانہ میں ۱۰/اپریل ۲۰۱۱ء معین المشائخ حضرت علامہ الحاج سید معین الدین اشرف اشرفی الجیلانی مد ظلہ العالی کے ہاتھوں دیا گیا۔حضرت مفکر اسلام سنی دعوت اسلامی کے سرپرست بھی ہیں اس لحاظ سے امیر سنی دعوت اسلامی حضرت مولانا حافظ محمد شاکر نوری صاحب قبلہ مدظلہ العالی نے اپنے محسن کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے یہ اعزاز پیش کیا۔

کولکاتا میں آفتاب رسالت کانفرنس

حسب اعلان ۸/۹/اپریل جمعہ سنیچر کوفٹ بال گراؤنڈ توپسیا میں امام اعظم ابوحنیفہ ویلفیئر ٹرسٹ کے زیر اہتمام دوروزہ آفتاب رسالت کانفرنس منعقد ہوا۔جس میں ملک و بیرون ملک کے سرکردہ علما اور اسکالرز نے شرکت فرمائی۔۸/اپریل جمعہ کی شب قاری نور عالم صاحب کی تلاوت قرآن کے ذریعہ محفل کا آغاز کیا گیا پھر محمد منور حسین، محمد شہزاد عالم رضوی اور قاری کلیم نے نعتیہ اشعار پیش کیے۔مولانا محمد اکبر رضا مصباحی نے بنگلہ زبان میں نہایت ہی معلومات افزا تقریر فرمائی۔ساڑھے دس بجے بھیونڈی سے آئے ہوئے معزز مہمان حضرت مولانا محمد یوسف رضا صاحب صدر رضا اکیڈمی بھیونڈی کا خطاب شروع ہوا۔انہوں نے قرآن وحدیث کے حوالہ جات بکثرت پیش کیے اور تقلید کی اہمیت وافادیت اور موجودہ دور میں اس کی ضرورت پر پُر مغز خطاب فرمایا۔ بعدہ حضرت مولانا مفتی محمد شمشاد مصباحی صاحب نے تقریر کی اور معمولات اہل سنت کو صحیح قرار دیتے ہوئے بکثرت حوالے پیش کئے۔مسلک امام اعظم ابوحنیفہ پر ہونے والے اعتراضات کا قرآن اور حدیث کی روشنی میں دندان شکن جواب عنایت فرمایا۔پھر پیرزادہ حضرت سید شاہد حسین زیدی کے ہاتھوں دو کتابوں ''حیات مجاہد ملت'' اور ''تقلید'' کا اجرا عمل میں آیا۔۹/اپریل سنیچر کی رات تلاوت قرآن کے ذریعہ محفل کا آغاز ہوا پھر محمد منور حسین قاری کلیم صاحب اور ثناخوان رسول مولانا محمد شاہد مصباحی نے بارگاہ رسول میں نعتوں کا گلدستہ پیش فرمایا۔محمد سیف

رضا مبلغ سنی دعوت اسلامی نے عفت وعصمت کی حفاظت پر نہایت ہی بصیرت افروز تقریر فرمائی۔ مولانا محمد مشرف حسین رضوی نے امام اعظم ابوحنیفہ ویلفیئر ٹرسٹ کے اغراض ومقاصد بیان کیے۔ پھر راقم محمد مجاہد حسین حبیبی نے کانفرنس میں شامل تمام لوگوں کو محبت رسول، نماز، طہارت، والدین کے ساتھ حسن سلوک، سچائی اور تعلیم سے رشتہ جوڑنے کی لوگوں کو دعوت دی۔ پھر عالم اسلام کی عبقری شخصیت داعی سنت وشریعت حضرت علامہ شاکر نوری امیر سنی دعوت اسلامی کا خطاب ہوا۔ آپ نے حاضرین کو محبت رسول کے جذبے کو اپنانے کی تاکید فرمائی اور فرمایا کہ محبت رسول ہم سے اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ہم زندگی کے تمام معاملات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریقے کے مطابق انجام دیں ماں کی قدر کریں، باپ کی عزت کریں، غریبوں کی امداد کریں، عفت وعصمت کی حفاظت کریں، بے راہ روی سے بچیں، تعلیم کو عام کریں، اپنی نئی نسلوں کو علم دین سے جوڑیں اور محبت رسول میں زندگی بسر کریں۔ ان کے بعد مفکر اسلام حضرت علامہ قمر الزماں خاں اعظمی جنرل سکریٹری ورلڈ اسلامک مشن لندن نے خطاب فرمایا اور فرمایا کہ زمانہ بدل چکا ہے لہٰذا ہمیں اپنے کام کے طریقے کو بھی بدلنا پڑے گا۔ دنیا اسلام کو مٹادینے پر تُلی ہے اور اس کے لیے بھرپور کوششیں بھی کر رہے ہیں۔ لیکن ہمیں اس کا بالکل احساس نہیں ہم خواب غفلت میں ہیں۔ اب بہت ہو چکا خسارا، خواب سے بیدار ہو جائیں ورنہ آنے والا کل ہمارے لیے بڑا وحشت ناک ہوگا۔ علما اور دانشوراپنی اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں، امیر و دولت مند حضرات بھی اپنی اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور اپنی ذمہ داریوں کو امانت دارانہ طریقے سے پورا کرنے کی کوشش کریں۔ پھر ڈاکٹر محمد نظام الدین صاحب نے مدعو علمائے کرام اور معاونین کا شکریہ ادا کیا۔ آخر میں صلوٰۃ سلام اور دعا پر محفل ختم ہوئی۔

اس دو روزہ کانفرنس میں بطور خاص قاری نور عالم امام ناخدا مسجد، مفتی رحمت علی مصباحی، مولانا نصیر الدین رضوی، مولانا مرشد مصباحی، مولانا قمر الدین مصباحی، مولانا شبیر مصباحی، مولانا نظام الدین قادری، مولانا عبد السلام رضوی اور درجنوں ائمہ مساجد اور علما موجود تھے۔

رپورٹ: مجاہد حسین حبیبی (آل انڈیا تبلیغ سیرت کولکاتا)

دبئی میں سنی دعوت اسلامی کا پہلا سالانہ سنی اجتماع

تحریک سنی دعوت اسلامی کا ایک روزہ عظیم الشان سنی اجتماع بروز جمعہ ۲۵ر مارچ ۲۰۱۱ء بمقام سوڈانی کلب، دبئی میں منعقد ہوا، جس میں کثیر تعداد میں فرزندان توحید اور کنیزان حضرت فاطمۃ الزہرا نے شرکت کی۔ دبئی کے لوکل ٹائم کے اعتبار سے ۴ر بجے اجتماع کا آغاز تلاوت کلام مجید اور ترجمۂ کنز الایمان سے کیا گیا۔ افتتاحی کلمات راقم الحروف نے ادا کیے، بعدہ بلبل باغ مدینہ تشریف لائے اور نعت رسول مقبول سے سامعین کے دلوں میں محبت رسول کی شمع فروزاں کرتے رہے۔ پھر عصر کی نماز با جماعت ادا کی گئی اور عصر کی نماز کے بعد واسکو (گوا، انڈیا) سے تشریف لائے ہوئے مہمان حضرت مولانا مجاہد الاسلام نوری صاحب کا پُر مغز خطاب حضور غوث اعظم کی سیرت کے حوالے سے ہوا۔ اس کے بعد منگلور (انڈیا) سے تشریف لائے ہوئے مہمان حضرت مولانا فاضل احمد رضوی صاحب کا خطاب عظمتِ نماز پر بڑے حسین انداز میں ہوا۔ مغرب کی نماز با جماعت ادا کی گئی، نماز سے فراغت کے بعد بلبل باغ مدینہ قاری رضوان خان صاحب نے ترتیب فرمائی اور درمیان میں وہ نعت رسول کے ذریعے حرارت ایمانی کو تیز کرنے کی کوشش بھی فرما رہے تھے۔ عشا تک یہی سلسلہ چلتا رہا اذان کے بعد مبلغین کے حلقے شروع ہوئے جس میں روزمرہ کے مسائل سکھائے گئے۔ عشا کی نماز کے بعد عطائے حضور مفتی اعظم ہند، داعی کبیر، حضرت علامہ مولانا حافظ وقاری محمد شاکر علی نوری رضوی (امیر سنی دعوت اسلامی) کا خطاب نایاب ہوا آپ نے ''خشیت ربانی'' کے موضوع پر بڑا ہی اثر انگیز بیان کیا۔ اجتماع گاہ میں شائد کوئی آنکھ ایسی رہی ہو جو نم نہ ہوئی ہو، فرزندان توحید سسکیاں لے رہے تھے اور اپنے گناہوں پر نادم ہو کر بارگاہ رب میں التجائیں کر رہے تھے۔ یہ ایک تاریخی خطاب تھا، سیکڑوں لوگوں نے گناہوں سے توبہ کی۔ بعدہ سیاح ایشیا و یورپ مفکر اسلام حضرت علامہ قمر الزماں خان اعظمی صاحب (سکریٹری ورلڈ اسلامک مشن لندن) زینت ممبر ہوئے اور اپنے فکر انگیز خطاب سے قوم مسلم کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور فرمایا کی ہم کہاں ہیں؟ کس دور سے گزر رہے ہیں؟ قوم مسلم اور پوری دُنیا کی اجمالا تاریخ بیان فرمادی، اور مسلمانوں کو قومی یکجہتی اور قومی فکر عطا فرمائی۔ اس کے بعد ہدیہ تشکر کے لیے راقم الحروف آیا اور دور دراز سے آنے والے علما، عوام اور مہمانان خصوصی و جملہ معاونین کا شکریہ ادا کیا۔ زینت اجتماع علمائے کرام کے اسمایہ ہیں، حضرت مفتی عباس رضوی صاحب، (مفتی اوقاف ابوظہبی) حضرت سید محمود الحسن صاحب اشرفی، مولانا کامل ثقافی صاحب، مولانا عبد الغنی برکاتی صاحب، مولانا قاسم فیضانی ازہری صاحب، مولانا اسمٰعیل مصباحی صاحب، حافظ قاری محمد احمد صاحب وغیرہ اجتماع کا اختتام حضور امیر سنی دعوت اسلامی کی رقت انگیز دُعاؤں اور صلاۃ وسلام پر ہوا۔

رپورٹ: محمد اختر رضا نجمی، دبئی۔

قارئین کے خیالات وتاثرات

از:ادارہ

رسالہ منفرد وممتاز ہے

داعیِ اسلام وسنیت حضرت مولانا محمد شاکر علی نوری صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرض یہ ہے کہ اولاً سہ ماہی کا ماہنامہ ہونے پر ہمارے ادارے کی جانب سے ہدیۂ تبریک قبول فرمائیں۔ اپریل ۲۰۱۱ء کا شمارہ مطالعے کی میز پر ہے حسب سابق جملہ مشمولات اصولِ دعوت وتبلیغ پر مشتمل ہیں اس باب میں آپ کا یہ رسالہ برصغیر ہندو پاک میں ایک ممتاز اور منفرد رسالہ ہے۔ امید کرتا ہوں کہ مستقبل میں اسی طرح اسلامیات، دینیات، مذہبیات کی خدمات انجام دیتا رہے گا۔ ہر قرن وعصر میں اسلام کی نشر واشاعت کے لیے دعوت وتبلیغ کے اصول اور طور طریقے کامیاب ہوئے ہیں اور ہوتے رہیں گے جو خطاب وتقریر **ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ...... الخ**، الآیۃ کی روشنی میں نہیں ہوگی وہ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ بطفیل نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سنی دعوت اسلامی کو مزید استحکام بخشے اور جملہ رفقائے تحریک وادارے کو دارین کی سعادتوں سے مالا مال فرمائے اور تحریک سنی دعوت اسلامی کو عمر خضر عطا فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم۔

فہیم احمد ثقلینی (فاضل جامعۃ الازہر شریف، مصر)

☆☆☆

رسالے کے مضامین قیمتی ہوتے ہیں

مدیرِ محترم.................السلام علیکم

آج ۲۲ / مارچ ۲۰۱۱ء کو مادر علمی دارالعلوم انوار مصطفیٰ سہلاؤ شریف جانے کا اتفاق ہوا۔ اساتذۂ کرام کی ملاقات کے بعد میرے گہرے دوست حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب قادری جامعی کی درس گاہ میں جانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ مولانا صاحب نے آپ کی ادارت میں شائع ہونے والا رسالہ ''ماہنامہ سنی دعوت اسلامی ممبئی'' اسی سال کے تین شمارے فروری، مارچ، اپریل، ناچیز کے سامنے رکھے۔ ہاتھ میں لیتے ہی ورق گردانی شروع کردی۔ معیاری مضامین پڑھ کر دل شاد ہوگیا، نگاہ چمک اٹھی پورا وجود کیف وسرور کے بحرِ ذخار میں غوطہ زن ہوگیا کہ اب دین وتبلیغ کا فریضہ انجام دینے کے لیے اہل سنت وجماعت کے افراد میں تحریر وقلم کے سلسلے میں بھی کافی حد تک لہر پیدا ہوگئی ہے۔ ماشاء اللہ اس ماہنامے کے مضامین دعوت وتبلیغ اور اصلاحِ معاشرہ کے تعلق سے بہت ہی قیمتی ہوتے ہیں۔

ماہنامہ سنی دعوت اسلامی دین وملت کی تبلیغ کے فرائض بحسن وخوبی انجام دے رہا ہے۔ خدائے قدیر کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اس قلمی وتحریری سلسلۂ تبلیغ کو کامیاب سے کامیاب تر بنائے۔ اور اس کی بقا اور ترقی کے لیے وسائل وذرائع فراہم ہوتے رہیں۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

از: (مولانا) **محمد حاجی انواری** مدرسہ گلشن غوثیہ ہنڈیہ باڑمیر اراجستھان

☆☆☆

مکرمی ایڈیٹر صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرض تحریر یہ کہ ماہنامہ سنی دعوت اسلامی جنوری سے مارچ تک وقت مقرر پر موصول ہوا۔ سہ ماہی سنی دعوت اسلامی کے بہ مقابل ماہنامہ قابل تعریف ہے۔ ماہنامہ کی جتنی تعریف کریں کم ہے۔ آپ نے بڑی دلیری وہمت سے ماہنامے کی شروعات کی ہے۔ خدا کرے جلد ہی یہ رسالہ دن دوگنی رات چوگنی ترقی حاصل کرے۔ ماہ مارچ کا شمارہ تاریخی رسالوں میں ایک ریکارڈ ہے۔ جس میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن وجمال، عید میلاد النبی کس طرح منائیں، حضرت لقمان کی قرآنی نصیحتیں خوب پسند آئیں۔ المجمع الاسلامی مبارک پور کی اہم کتابوں پر تبصرے شائع فرما کر آپ نے اور بڑا احسان کردیا ہے۔ جس کے ذریعے ضرورت مند حضرات کتابیں راست طور پر منگوا سکیں گے۔ کتابوں پر تبصرے اور نئی کتابوں ورسالوں کے پتے شائع کرتے رہیں عین نوازش ہوگی۔ خدا کرے زور قلم اور زیادہ۔ ماہنامہ کے تعلق سے اپنے دوست واحباب میں چرچا ہورہا ہے۔ لگتا ہے بالکل ہی کم عرصہ میں یہ رسالہ

آسمانوں کی بلندیوں کو چھونے لگے گا۔ آپ سے گزارش یہ بھی ہے کہ موسم باراں کے بعد کسی ایک نئے نمبر کے شائع کرنے کا اعلان کریں، دعوت نمبر کے بعد کوئی نیا نمبر پڑھنے کی دلی آرزو ہے۔ امید ہے کہ آپ اس پر غور فرمائیں گے۔ ادارہ کے تمام اراکین وممبران مبارک باد قبول فرمائیں۔

شیخ حیدر حسین، ریٹائرڈ ٹیچر اردو، کاروار، کرناٹک

کعبے کا امام دیوبند میں

کعبے کا امام ہندوستان کیا آیا؟ دیوبندی وہابی حلقوں میں خوشیوں کی لہر دوڑ گئی۔ وہابی مولوی نئے نئے کپڑوں میں ملبوس ہو کر عید کی سی خوشی منانے لگے۔ وہابی جماعتیں مسلمانوں پر دھونس جمانے کی خاطر پورے ملک کے اخبارات میں اِس تعلق سے مراسلات ومضامین شائع کروانے میں جٹ گئیں۔ مسلسل خبریں آتی رہیں جس سے معلوم ہوتا رہا کہ کعبے کا امام کبھی دیوبند میں ہے......تو کبھی دہلی کے میدان میں......کبھی جامع مسجد میں ہے......تو کبھی جمعیت اہل حدیث کے دفتر میں......وہاں سے سعودی وہابی خاندانوں کا یہ جاں نثار اُٹھا تو جماعت اسلامی کے مرکز میں جا پہنچا......یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے؟ اچانک کعبے کے امام کو ہندوستان کے مسلمانوں سے ایسی کیسی محبت ہوگئی؟

ہندوستانی مسلمانوں پر تو فسادات اور بم دھماکوں کے ذریعے متعدد بار قیامتیں ٹوٹی ہیں۔ ہم نے تو کبھی نہیں سُنا......کبھی نہیں پڑھا......کبھی نہیں دیکھا کہ کعبے کا امام یا مکے مدینے کا بادشاہ کبھی ہمارے دُکھ درد میں شریک ہونے کی خاطر ہندوستان آیا ہو۔ یا کسی طرح کی کوئی امداد یا راحت اُن کی طرف سے ہندوستان پہنچی ہو۔ یہ تو اُن کے لئے آسان تھا ...... بہت آسان تھا کہ تباہ حال مسلمانوں کی خبر گیری کرتے ......انہیں مالی امداد فراہم کرتے۔ مصیبت زدہ مسلمانوں کی رہائش کے لئے مکانات تعمیر کرتے، بے گھروں کو گھر، بے دروں کو در دینے کے اِس قابلِ تعریف اقدام کو دیکھ کر جہاں دُنیا کہتی کہ حجاز مقدس کے بادشاہوں کو مظلوم مسلمانوں کے دُکھ درد کا احساس ہے۔ وہیں پوری قوم اُن کی شکر گذار ہوتی مگر ایسا کوئی بھی قابلِ ذکر قدم مسلمانوں کے مفاد میں کبھی بھی سعود بادشاہ یا کعبے کے امام کی جانب سے نہیں اُٹھایا گیا۔ ہم اپنی موت کا ماتم کرتے رہے ...... لٹتے رہے ...... پٹتے رہے ...... بلکتے رہے ...... برباد ہوتے رہے......کہیں ہماری ماں بہنوں کی عزتوں اور عصمتوں سے کھلواڑ کیا گیا، کہیں کمسن ننھے منے بچوں کو یتیم ومجبور بنایا گیا، کہیں زندہ جلایا گیا، کہیں محلے کے محلے برباد کردیئے گئے۔ کہیں گاؤں کے گاؤں بے نشاں کردیئے گئے۔ کہیں لاکھوں، کروڑوں کی املاک کو جلا کر خاک کردیا گیا۔ مگر کعبے کے امام یا مکے مدینے کے بادشاہ نے ہندوستان کے مسلمانوں کی مظلومیت پر ہمدردی کے دو لفظ کہنے کی کبھی بھی ضرورت تک محسوس نہیں کی۔ ہندوستان کے صدر یا وزیر اعظم کو کبھی بھی کوئی خط لکھ کر ہندوستانی مسلمانوں کی جان و مال کے تحفظ کو یقینی بنانے کی گذارش بھی کبھی کعبے کے امام یا سعودی بادشاہ کی جانب سے نہیں کی گئی۔ مسلمانوں کو ایسے امام اور ایسے بادشاہ سے کیسے محبت ہوسکتی ہے؟ جن کے دِلوں میں مسلمانوں کے درد و محبت کا نشان تک نہیں، مگر یہود و نصاریٰ کے عزائم کی تکمیل کے لئے امریکہ و برطانیہ کی ہر اسلام مخالف سازش میں وہ برابر کے مجرم بنے نظر آتے ہیں۔ کیا ہم نے افغانستان جیسے مسلم ملک کو تباہ ہوتے اور وہاں کے لاکھوں مسلمانوں کو امریکہ کی ظالمانہ بمباریوں میں جامِ شہادت نوش کرتے نہیں دیکھا؟ کیا ہم نے عراق میں ربّ عزوجل کی وحدانیت اور رسولِ گرامی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان رکھنے والے لاکھوں لاکھ مسلمانوں کو امریکی بمباریوں میں دَم توڑتے نہیں دیکھا؟ کیا اِن ممالک کی تباہی اور یہاں کے لاکھوں مسلمانوں کی شہادت کے مجرم وہی سعودی بادشاہ نہیں جن کی قصیدہ خوانی ہندوستان آکر کعبے کا امام کررہا ہے۔ ضرور ضرور، سارا جہاں جانتا ہے کہ افغانستان اور عراق پر بم دھماکوں کی برسات کرنے کے لئے امریکہ اور اُس کے اتحادی ممالک کے جنگی جہازوں کو ہوائی راستہ اور ایندھن کی فراہمی سعودی عرب نے ہی کی تھی۔ عالمِ اسلام کو سعودی بادشاہوں کا یہی وہ انعام ہے۔ جس کی قدر کرتے ہوئے وہابی جماعتیں اور کعبے کا امام، شاہ فہد اور اُس کے بیٹوں کی مدح سرائی میں مصروف ہیں۔ یہ بھی کیسا اتفاق تھا کہ ایک طرف کعبے کا امام ہندوستان میں شاہ فہد اور اُس کی اولادوں کی محبت مسلمانوں کے دِلوں میں پیدا کرنے کے لیے پسینے بہا رہا تھا اور ٹھیک اُن ہی ایام میں لیبیا جیسے خوش حال اسلامی ملک پر امریکہ نے بمباریوں کا آغاز کیا تھا۔ لیبیا میں امریکی بمباریوں سے سیکڑوں مسلمان شہید ہورہے تھے۔ مگر افسوس صد افسوس کہ کعبے کے امام کی زبان سے لیبیا کے مسلمانوں کی ہمدردی اور امریکہ کی مذمت میں کوئی بیان جاری نہیں ہوا۔ یہ امریکہ و برطانیہ اور یہود و نصاریٰ کی ذہنی غلامی نہیں تو اور کیا ہے؟ سرزمینِ ہندوستان تو وہ جگہ ہے جہاں چین سے ملک بدر کیا گیا دلائی لامہ جیسا مذہبی رہنما بھی اپنے جائز مطالبات کے لئے چین کے خلاف آواز بلند کرتا ہے۔ مگر کعبے کا امام لیبیا کے مسلمانوں کی ہمدردی

میں امریکہ و برطانیہ کے خلاف کچھ کہنے کی ہمت نہیں جٹا پایا۔ کیا فکر و شعور رکھنے والے مسلمان اِس پر غور نہیں کرتے ؟

شکیل احمد سبحانی، مالیگاؤں

☆☆☆

مفکر اسلام میری نظر میں

ایک متقی و پرہیزگار اور تہجد گزار کسان کے سعادت مند فرزند نے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور سے تحصیل علم کیا۔ قطب عالم مفتی اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوری کی بارگاہ سے روحانی تربیت پائی اور دین متین و عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تبلیغ و اشاعت اور غلبہ کے لیے کمر بستہ ہوا۔ خدائے قدیر نے زبان و بیان پر ملکہ عطا کیا۔ مواعظ حسنہ کے ذریعے اس نے انسانی دلوں کو فتح کیا۔ اپنے اخلاق و کردار سے بنجر زمینوں پر اپنی دعوتی خدمات کے ذریعے وہ کارنامہ انجام دیا جن سے بہت سارے علاقے لالہ زار بن گئے، اور خوشبوئے اسلام سے مہک اٹھے۔ وہ نوجوان آسمان خطابت پر قمر بن کر نمودار ہوا اور اپنی فکر کی کرنوں سے دنیا کو منور کر دیا۔

مفکر اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی رضوی عظیم داعی و مبلغ اور خطیب و مفکر و مدبر ہیں جن کے خطبات کی گھن گرج نے ایک عالم کو متاثر کیا۔ ان کی دعوتی و تبلیغی خدمات کے نقوش ایشیا و یورپ، امریکہ و افریقہ سمیت مغرب بعید کے متعدد ممالک میں پائے جاتے ہیں۔ جن کے کردار و عمل، اخلاص و اخلاق نے بے شمار بے دینوں کو دین دار، غیر مسلموں کو مسلمان اور بدعملوں کو سنت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عامل بنایا۔ جن کے تفکر و تدبر نے قوم مسلم کو جہاں گیری و جہاں بانی کا شعور بخشا۔

علامہ قمر الزماں اعظمی کو مفکر اسلام محض اندھی عقیدت یا فرسودہ پروپیگنڈے کے طور پر نہیں کہا جاتا، تقریباً نصف صدی پر محیط ان کی دینی و علمی و ادبی و تبلیغی خدمات اور عالمی سطح پر مسلمانوں کی نمائندگی کے جو فرائض آپ نے انجام دیے اس لیے یہ خطاب آپ ہی کا حق ہے۔ مغربی ممالک میں تبلیغ اسلام کی نمائندہ تنظیم ورلڈ اسلامک مشن کے پلیٹ فارم سے آپ نے دنیا کے ۷۰/ سے زاید ممالک کے تبلیغی دورے کیے، مساجد و مدارس اور اسلامک سنٹرز قائم کیے۔ یورپ کے کئی علاقے ایسے ہیں جہاں سب سے پہلی مسجد آپ نے تعمیر کرائی۔ مسلمانوں کو متحد کر کے اسلامی تحریکوں اور اداروں کا قیام عمل میں لایا۔ آپ کئی تعلیمی و سماجی، ادبی و رفاہی اداروں کے بانی و سرپرست ہیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ پوری دنیا میں جب بھی کسی مقام سے اسلام پر نظریاتی یا فکری حملہ ہوتا ہے اس کا بروقت اور مدلل و مثبت جواب دیتے ہیں کہ اسلام کی عظمت و آفاقیت سے لوگ متاثر ہو دامن اسلام میں پناہ لے لیتے ہیں۔ دیار مغرب میں رہنے کے باوجود جلوۂ دانش فرنگ آپ کی نگاہوں کو خیرہ نہ کر سکا۔ فکری بالیدگی اور مدبرانہ مزاج نے آپ کو ہمیشہ اسلام کے غلبہ و وقارِ مسلم کی بحالی کے لیے بے قرار رکھا۔ سنجیدگی و متانت اور معاملہ فہمی کی وجہ سے آپ کو سفیر امن بھی کہا جاتا ہے۔ بڑوں کا ادب چھوٹوں سے شفقت، قول و فعل میں یک رنگی اور اخلاق و کردار کی پاکیزگی سے متاثر ہو کر اہل یورپ آپ کو ''ابوالاخلاص'' کے خطاب سے پکارتے ہیں۔

مفکر اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی بیک وقت ایک کامیاب داعی اسلام بھی ہیں، عالم باعمل صوفی بھی ہیں، مفکر بھی ہیں، مدبر بھی ہیں، رہ بر و رہ نما بھی ہیں، مفسر قرآن بھی ہیں، پیر کامل بھی ہیں، اور خطیب بے مثال بھی ہیں، اردو، عربی، فارسی و انگریزی زبان و ادب پر مہارت تامہ رکھتے ہیں، لوگ زبان داں ہوتے ہیں مگر دبستان اردو کے ماہرین کا کہنا ہے کہ مفکر اسلام سخن داں و سخن ساز و نکتہ سنج ادیب ہیں۔ گل برگہ میں آپ کے خطاب کو سن کر وہاں کے پروفیسرز نے آپ کو ''زبان گو'' کہا ہے۔ علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی میں آپ نے خطاب کیا تو وہاں کے اسکالرز نے کہا کہ آپ کو تو شعبۂ اردو کا ہیڈ آف ڈپارٹمنٹ ہونا چاہیے۔ عظیم آباد (پٹنہ)، دہلی، لکھنؤ، حیدرآباد، بریلی جیسے اردو کے دبستانوں کے زبان داں آپ کی سحر بیانی اور رواں دواں شستہ اردو کو سن کر حیرت و استعجاب کے سمندر میں غوطہ زن ہیں۔

آپ ایک سچے عاشق رسول ہیں، سوز عشق کی تسکین کے لیے آپ نے نعتیں کہیں مجموعۂ کلام ''خیابان مدحت'' کی شکل میں شائع ہو چکا ہے، آپ کے چند خطبات ''خطبات مفکر اسلام'' (دو جلدوں میں) کے نام سے کتابی شکل میں شائع ہیں۔ اس کے علاوہ سیکڑوں موضوعات پر آپ کی تقاریر اردو، انگلش زبانوں میں پائی جاتی ہیں۔ مانچسٹر، برطانیہ کی مرکزی مسجد جس کے آپ بانی و خطیب و امام ہیں میں آپ درس قرآن دیتے ہیں جو اردو و انگریزی میں ہوتا ہے اس کی بھی سی ڈیز موجود ہیں، آپ کی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے جس کی تفصیل کے لیے دفتر درکار ہے۔ جامعہ ازہر مصر میں آپ کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر تحقیق جاری ہے، حال ہی میں رضا اکیڈمی ممبئی نے ''تجلیات قمر'' نام سے ایک کتاب شائع کی ہے۔ اور مفتی اعظم گولڈ میڈل ایوارڈ سے نوازا۔ تجلیات قمر سے آپ کی متنوع شخصیت کے مختلف اہم پہلوؤں کا بخوبی اندازا ہوتا ہے۔

وسیم احمد رضوی، مالیگاؤں

منظومات

از:ادارہ

دعا

مرے دم سے قائم جہاں میں اماں ہو

سہانا مری زندگی کا سماں ہو
مقدر حسیں ہو نصیبہ جواں ہو

ہٹا رہ گزر سے وہ پتھر کہ جس سے
سفر میں ہمیشہ خطر کا گماں ہو

مرے دل میں یارب تو ایسی چمک دے
اندھیرا مٹے اور روشن جہاں ہو

چلا مجھ کو جس پر ہے انعام تیرا
وہی راہ میری نظر میں عیاں ہو

مرا نام باقی رہے اس جہاں میں
مرے دم سے قائم جہاں میں اماں ہو

غریبوں کی امداد ہو کام میرا
دل وجاں میں میرے یہ جذبہ نہاں ہو

عطا کر مجھے اب تو ایسی فراغت
کہ آباد دل کا مرا اک جہاں ہو

مری ہر ادا ہو ادائے بلالی
کرے رشک رضواں مری جب اذاں ہو

صداقت کا دامن کبھی بھی نہ چھوٹے
خدا یا مرے منہ میں ایسی زباں ہو

الٰہی یہ یاؔور کے دل کی دعا ہے
قبول اس کو کرتو نہ یہ رائیگاں ہو

نتیجۂ فکر: یاور مظفر پوری

منقبت

درشانِ سراج العارفین حضرت علامہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی علیہ الرحمہ

چلو پھر دیکھ آئیں چل کے بابِ فضلِ رحمانی
ستارے چومتے ہیں آپ کے روضے کی پیشانی

نسیمِ صبح جب بھی کوئے رحمانی سے آتی ہے
گلستانِ طبیعت کی ہوئی ہے دور ویرانی

زمانہ دوستو! اس در کی دُرویشی پہ مرتا ہے
جھکاتی ہے جبیں اپنی یہاں پہ آکے سلطانی

تمہارا فضل ایسا ہے زمانے میں جہاں جاؤں
مرا دل ہے کہ رہتا ہے شریکِ بزمِ عرفانی

مُراد آباد کو بس مرکزِ عقل وخرد کہیے
یہاں پر ختم ہے اہلِ جنوں کی چاک دامانی

یہاں سب آنے والوں کو برابر فیض ملتا ہے
وہ ہندی ہوں کہ بلخی ہو کہ شیرازی کہ ایرانی

تصور میں جھکایا سر جو در پر فضلِ رحمٰں کے
نظر آنے لگا مجھ کو درِ محبوبِ سبحانی

سراج العارفین جس روز مرے گھر میں آئے تھے
اسی شب خواب میں آئے مرے مخدومِ سمنانی

مراد آباد میں وہ آفتابِ فضل روشن ہے
زمانے بھر میں ہے پھیلی ہوئی جس کی درخشانی

تری سیرت پہ مولانا مریدوں کو تعجب ہے
ترے آئینۂ صورت پہ ہے دنیا کو حیرانی

یہ وہ در ہے جہاں حُسنِ نگاہِ فیض یکساں ہے
نہ کوئی اولِ یوسف نہ کوئی یوسفِ ثانی

ردائے دل غبارِ غم سے میلی ہوتی جاتی ہے
شہا اب تو مٹا دیجیے نقوشِ فکرِ طولانی

فقیہِ عصر کو بھی آگہی ملتی ہے اس در سے
تہی داماں نہ جائے صاحبِ تفسیرِ قرآنی

قمرؔ تب جاکے گنجِ گوہرِ مقصود پایا ہے
مراد آباد کی گلیوں کی برسوں خاک جب چھانی

نتیجۂ فکر: قمر سلطان پوری، وسئی، تھانہ، مہاراشٹر

پیشکش: محمد عبداللہ اعظمی نجمی

انعامی مقابلہ نمبر (۶)

سوالات:

(۱) ''تم فرماؤ مجھے حکم ہے کہ اللہ کو پوجوں نرا اس کا ہوکر'' کس آیت کا ترجمہ ہے؟ (۲) قیامت کے دن اللہ کن تین لوگوں سے کلام نہیں فرمائے گا؟ (۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کس کی دعوت پر مشرف با اسلام ہوئے؟ (۴) صحابہ کو جنگ پر بھیجتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کیا نصیحت فرماتے؟ (۵) ''جس نے آرام پسند کیا وہ جلدی تباہ ہوا'' کس بزرگ کا فرمان ہے؟ (۶) شعر مکمل کیجیے ''شرم نبی خوف خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں''۔ (۷) ردالمختار کا دوسرا نام کیا ہے؟ (۸) شہزادی زیب النسا کس بادشاہ کی بیٹی تھیں؟

انعامی مقابلہ نمبر (۴) کے صحیح جوابات:

(۱) جامعہ حرا انجم العلوم، مہاپولی میں۔ (۲) ڈاکٹر اقبال کا۔ (۳) اسلام، داعی، مدعو، وسائل۔ (۴) حضرت ابو بکر چھ دن اور حضرت عبداللہ بن زبیر سات دن، رضی اللہ عنہما۔ (۵) نظام تعلیم پر استعماری اثرات اور امام احمد رضا۔ (۶) امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی۔ (۷) عقائد علمائے دیوبند۔ (۸) دل کے مردہ ہونے کو۔

انعامات:

پہلا انعام : **نور جہاں، امرت نگر، ممبرا۔** (۷/ کتابوں کا سیٹ)

دوسرا انعام : **شاہین بیگم رضوی بنت محمد صادق**، دارالعلوم رضائے مصطفیٰ گلشن رضوی، رائچور۔ (۵ کتابوں کا سیٹ)

تیسرا انعام : **مولانا عبدالقادر جیلانی**، مدرس جامعہ قادریہ نوریہ، ہبلی۔ (۳ کتابوں کا سیٹ)

۸/ صحیح جوابات دینے والوں کے نام: (۱) منظور احمد رضوی، مدرسہ اسلامی سراوستی (۲) اطہر حسین، دارالعلوم رضائے مصطفیٰ سراوستی (۳) محمد نسیم رضا قادری، دارالعلوم رضائے مصطفیٰ سراوستی (۴) تبسم بانو، رائے چور (۵) فرحین سلطانہ، مارکیٹ روڈ گلبرگہ (۶) مولانا عبدالقادر رضوی، کرشنا نگر ہبلی۔ (۷) شباہت فاطمہ، آزاد نگر ممبرا (۸) محمد یونس رضا برکاتی، ثقلین قصبہ بدایوں۔ (۹) جویریہ فاطمہ، آزاد نگر ممبرا (۱۰) عالیہ نوری، کوسہ ممبرا (۱۱) سحر النساء قادری، امرت نگر ممبرا (۱۲) نور جہاں امرت نگر ممبرا (۱۳) مولانا ممتاز احمد رضوی۔ ہبلی (۱۴) صبیحہ محمد شمیم۔ کوسہ ممبرا (۱۵) سید رئیسہ برکاتی، امرت نگر ممبرا (۱۷) محمد حفیظ، کوسہ ممبرا (۱۷) محمد عبدالغنی، امرت نگر ممبرا (۱۸) عارفہ بانو۔ کرلا ایسٹ (۱۹) سید نثار علی۔ ممبرا (۲۰) جمیل اختر جامعہ غوثیہ ممبئی۔ (۲۱) عظمت اللہ، جامعہ غوثیہ ممبئی۔ (۲۳) محمد نوشاد رضوی، جامعہ غوثیہ ممبئی۔ (۲۴) سجاد برکاتی، جامعہ غوثیہ ممبئی۔ (۲۵) فیروز اشرفی، جامعہ غوثیہ ممبئی۔

۷/ صحیح جوابات دینے والوں کے نام: (۱) محسن خانہ چوپڑا ضلع جلگاؤں۔ (۲) سیدہ بشریٰ قادری، کوٹ تلا رائے چور (۳) قمر جہاں نور الحسن، گھاٹ کوپر ممبئی۔ (۴) مریم خورشید۔ نتیانند نگر گھاٹ کوپر (۵) محسن سجاد۔ نیا اسلام پورہ (۶) محمد تنویر رضا۔ برہان پور ایم پی (۷) محمد مسیّب رضا، اسلام پورہ مالیگاؤں۔

۶/ صحیح جوابات دینے والوں کے نام: (۱) سید صادقہ جاوید کورٹ تلا رائے چور۔

کوپن انعامی مقابلہ نمبر (۶)

نام: .... عمر: ....

مشغلہ: .... پتہ: ....

.... پن کوڈ: ....

ہدایات

☆ شرائط کا اطلاق ہوگا۔

☆ جوابات ۲۰/ جون سے پہلے پہلے ادارہ کو موصول ہوجانے چاہئیں۔